عبداللہ بن سبا

ش۔ت۔ٹہ

حکیم فیض عالم صدیقی (مرحوم)

مقام اشاعت : فیض نگر جہلم آزاد کشمیر

9

عبداللہ بن سبا

حکیم فیض عالم صدیقی

مقامِ اشاعت

فیض نگر ڈاکخانہ ڑھنگ تحصیل بھمبر

آزاد کشمیر

قیمت ۱۲ روپے

نام کتاب	عبداللہ بن سبا
تالیف	حکیم فیض عالم صدیقی
مقام اشاعت	[illegible]
کتابت	سیّد فاضل شاہ انور قلمکار گجرات
مطبع	(ستمبر ۱۹۸۳)
قیمت	۱۲ پانچ روپے

ملنے کا پتہ

حکیم فیض عالم صدیقی۔ جامعہ اہل حدیث

محلہ مستریاں۔ جہلم

	صفحہ
نذرانۂ عقیدت	۴
وجہ تالیف	۵
ابتدائیہ	۹
عبداللہ بن سبا	۱۳
عبداللہ بن سبا کون تھا؟	۱۴
شیعہ امہات الکتب میں عبداللہ بن سبا	۱۷
ان تمام روایات کا مفہوم	۲۵
امام ابوحنیفہؒ اور ابن خلدونؒ اور عبداللہ بن سبا	۴۱
مستشرقین اور عبداللہ بن سبا	۴۲
رجعت	۵۶
عبداللہ بن سبا کی تخریب کارانہ فتنہ انگیزیوں کی کامیابی کے اسباب	۶۴
خلافتِ صدیقی پر ایک نظر	۶۷
سیّدنا فاروقِ اعظمؓ	۶۹
ہرمزان	۷۰
ہرمزان سیّدنا فاروق اعظمؓ کی خدمت میں	۷۱
عبداللہ بن سبا مولانا اکبر شاہ خان کی تاریخ اسلام میں	۸۶
فتنہ پرداز قاتلوں کی روانگی	۸۸
حضرت علیؓ نے اپنے پروردہ کی سفارش کی	۹۰
اسلام پر سبائیت کے اثرات	۹۱
قدرِ مشترک	۹۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نذرانۂ عقیدت

اپنے والدین رحمہا اللہ کے حضور میں

جن کی پرورش، شفقت، ایثار، محبت، تربیت اور تعلیم نے اس ہیچمدان کو طفولیت میں ہی حق شناسی، حق گوئی، حق بیانی، غیرت، حمیت، خودداری اور

سر بدہ از کف مدہ ناموس را

کی لازوال نعمتوں کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا۔

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

اے پروردگار میرے رحم کر ان دونوں (میرے والدین) پر جیسا کہ پالا ان دونوں نے مجھ کو (جب میں) چھوٹا (تھا)

آمین

فیض عالم (مرحوم)

وجہ تالیف

چند روز ہوئے ایک صاحب "عبداللہ بن سبا" نامی ایک کتاب لائے عبداللہ بن سبا کے نیچے بطور مولف منظور حسین بخاری کا نام مرقوم تھا۔ خیال آیا کہ کسی بخاری صاحب نے عبداللہ بن سبا کے متعلق کچھ تاریخی یادداشتیں جمع کر کے مرتب کی ہوں گی۔ مگر جب کتاب کی ورق گردانی شروع کی تو یقین جانیے کہ مجھے تو چکر سا آگیا۔ یا للعجب جس عبداللہ بن سبا کا ذکر پہلی صدی ہجری سے آج تک کی تاریخ، مغازی، سیرت، سوانح اسماء الرجال اور تراجم کی سینکڑوں کتابوں میں مرقوم ہے جو اگر جمع کیا جائے تو ہزاروں صفحات میں بھی نہیں سما سکتا۔ سرے سے اس کے وجود سے ہی انکار؟

كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا

بہر حال کتاب کا مطالعہ کیا۔ حیرت بر بالائے حیرت کہ ایک طرف (۱) تو مولف کتاب عبداللہ بن سبا کی ہستی کے ہی منکر ہیں۔ اور ساتھ ہی (۲) یہ بھی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سبا کا ذکر سب سے پہلے ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔

غلطی ہائے مضامین مت پوچھ۔ یہ بھی غلط کہ سب سے پہلے ابن جریر طبری نے عبداللہ بن سبا کا ذکر کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مولف کتاب کوئی عامیانہ ذہن اور سطحی طبیعت کا آدمی ہوا ہے۔ ورنہ اُسے ضرور معلوم ہوتا طبری سے دو سو سال پہلے حسن ابن محمد بن الحنفیہ متوفی ۹۵ھ اپنی تالیف رسالۃ الارجاء میں۔ امام اعظم رح متوفی ۱۵۰ھ اپنی مسند میں، محمد بن حبیب ہاشمی متوفی ۲۴۵ھ اپنی تالیف کتاب المحبر میں اور سعد بن عبداللہ متوفی ۳۰۱ھ کتاب المقالات والفرق میں اور ابی محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی جو تیسری صدی ہجری کے اعاظم شیعہ رجال میں سے تھے اپنی تالیف فرق الشیعہ میں عبداللہ بن سبا کے حالات لکھ چکے ہیں۔

عبداللہ بن سبا جو تاریخ عالم کا ایک زندہ جاوید کردار ہے اس کے متعلق منظور حسین

بخاری کا یہ کتابچہ لائقِ اعتناء نہ تھا مگر جب یہ معلوم ہوا کہ ابراہیم ٹرسٹ کراچی نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کر کے ملک بھر میں ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا ہے تو طبیعت میں ایک قسم کا تجسس پیدا ہوا کہ آخر یہ کون سی علمی یا دینی خدمت ہے جس پر اسقدر زرکثیر خرچ کر کے ملک کے طول وعرض میں اُسے پھیلایا جا رہا ہے۔ تو عقدہ یہ کھلا کہ جس گروہ کے مزعومہ دینی معتقدات عبداللہ بن سبا کے اختراعات کی صدائے بازگشت ہیں ——— اور اب جبکہ ہر معمولی پڑھا لکھا انسان بھی ان سے واقف ہوتا جا رہا ہے تو اس بات سے گریز یا فرار ناممکن دیکھا کہ ابن سبا کے معتقدات سے اپنے دینی نظریات کے تعلق سے انکار کیا جائے اسلئے بہتر یہی سمجھا کہ سرے سے عبداللہ بن سبا کی ہستی سے ہی انکار کر دیا جائے۔

اب جستجو اس بات کی ہوئی کہ آیا کسی اور صاحب نے بھی عبداللہ بن سبا کے خیالی شخصیت ہونے پر خامہ فرسائی کی ہے ؟ تو ایک صاحب نے ایران کے کسی علامہ سید مرتضیٰ عسکری کی تین جلدوں میں مرتب "عبداللہ بن سبا و افسانہ ہای تاریخی دیگر" کی طرف راہنمائی کی۔ کتاب کا مطالعہ کیا تو عجیب عجیب رازہائے درون لبعہ کا انکشاف ہوا۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ انکشافات پر انکشافات ہوتے چلے گئے۔ انشاءاللہ بشرط زیست وبشرط فرصت کسی وقت "افسانہ ہائے تاریخی دیگر" سے بھی قارئین کو متعارف کراؤں گا۔ فی الحال عبداللہ بن سبا کا ذکر ہی کافی ہے۔

عین انہی ایام میں عزیزم السید عمر فاروق سعیدی فاضل مدینہ یونیورسٹی نے "محاضرات" الجامعۃ الاسلامیہ بالمدینۃ المنورہ مطبوعہ ١٣٩٨/١٣٩٩ ہجری سے متعارف کرایا اور کتاب بھی بہم پہنچائی۔

محاضرات میں مدینہ یونیورسٹی کے چوٹی کے اساتذہ کے پندرہ مقالات ہیں جن میں سے "عبداللہ بن سبا حقیقۃ لا خیال" کے عنوان سے بارھواں مقالہ فضیلۃ الدکتور سعدی الہاشمی کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ مقالہ نگار نے اپنی معلومات کے مطابق عرب ممالک میں طبع ہونے والی تمام کتب سے استفادہ اٹھایا ہے جن

لوگوں نے عبداللہ بن سبا کی فرضی شخصیت پر خامہ فرسائی کی ہے ان کا بڑے اچھے فاضلانہ انداز میں تعاقب کرتے ہوئے عبداللہ بن سبا کی شخصیت پر کام کرنے والوں کے جامع انداز میں اقتباسات پیش کئے ہیں اور مقالہ کے شروع میں اپنی تحقیق اور اپنے مطالعاتی خلاصہ کو ان الفاظ میں قلمبند کیا ہے :

لقد اتفق المحدثون و اهل الجرح والتعديل و المورخون واصحاب كتب الفرق والملل والنحل والطبقات و الادب، والكتب الخاصة فى بعض فنون العلم على وجود شخصية خبيثة يهودية تلك هى شخصية عبد الله بن سبا الملقب يابن السودا - (محاضرات الجامعۃ الاسلامیۃ صفحہ ٢٠١)	محدثین، جرح وتعدیل کے علماء تمام مورخوں اور مختلف مذاہب اور فرقوں کے متعلق لکھنے والوں نیز طبقات اور ادب کے مختلف فنون علم کے مصنفین کا عبداللہ بن سبا الملقب ابن السودا کی خبیث یہودی شخصیت پر اتفاق ہے۔

فاضل مقالہ نگار آگے چل کر لکھتے ہیں کہ :-

١- جس نے سب سے پہلے علیؑ کی وصائیت کے عقیدے کا اختراع کیا وہ ابن سبا تھا۔

٢- اور جس نے اپنے زعم کے مطابق علیؓ کے دشمنوں سے اظہار برئیت کیا اور ان کے کفر کا حکم دیا وہ عبداللہ بن سبا تھا۔

(ترجمہ محاضرات صفحہ ٢١٠)

ایسے حالات میں ابن سبا کی شخصیت کو فرضی یا خیالی وجود قرار دینا واقعی اس گروہ کے لئے انتہائی ضروری ہے جس کے معتقدات ابن سبا کے اختراعات کا چربہ ہی نہیں بلکہ وہی کچھ ہیں جو کہ ابن سبا نے تبلیغ کی تھی عبداللہ بن سبا کی شخصیت سے انکار۔

برہمن بھولا ہو ہی نہیں سکتا ـ

وہی بھولے برہمن کی بات بن گئی جو بکری کو رسی سے باندھے کہیں سے گزر رہا تھا تو چند ٹھگوں نے اس سے بکری چھیننے کا حیلہ تراشا - اور اچانک ایک نے پنڈت جی کے سامنے آکر کہا پنڈت جی یہ کتیا کہاں سے لا رہے ہو؟ پنڈت جی نے جھڑک کر کہا کیا بکتا ہے۔ تمہیں یہ کتیا نظر آرہی ہے یہ تو بکری ہے۔ پنڈت جی چند قدم آگے بڑھے تو دوسرا ٹھگ نمودار ہوا اور جھک کر پنڈت جی کو پرنام کیا اور کہنے لگا واہ دھنباد پنڈت جی آپ کو ایسی خوب صورت کتیا کہاں سے ملی۔ پنڈت جی پہلے تو کچھ جز بز ہوئے۔ پھر کہنے لگے ججمان جی یہ کتیا نہیں بکری ہے۔ مگر پنڈت جی کچھ شک میں پڑ گئے کہ دو آدمیوں کا اس بکری کو کتیا کہنا کچھ مشکوک سی بات ہے۔ پنڈت جی اسی بات میں منہمک کچھ آگے بڑھے تو تیسرا ٹھگ نمودار ہوا اور بڑے ادب سے جھک کر نمسکار کیا اور کہا پنڈت جی مہاراج آپ جیسے مہاپرش کے ہاتھ میں یہ بھرشٹ کتیا مہا پاپ ہے۔ پنڈت کو اب یقین ہو گیا کہ یہ بکری نہیں بلکہ کتیا ہی ہے اور اس کی رسی چھوڑ کر چھی چھی کرتے وہاں سے بھاگ نکلے۔

یہاں پھر ایک الجھن سی پیدا ہو گئی ہے کہ ٹھگوں نے تو بکری کے میمنہ کو کتیا کا پلّہ بنا کر برہمن کو بھگایا تھا۔ مگر یہاں سرے سے میمنے کے وجود سے ہی انکار ہے۔ اس جرات رندانہ کی کوئی کہاں تک داد دے۔ آج ابن سبا کو ایک فرضی شخصیت قرار دے کر اس سے بچنے کی جس قدر کوششیں کی جائیں گی اسی قدر اس کی شخصیت کے خدوخال نکھر کر عوام کے سامنے آتے جائیں گے۔ اور اس کی شخصیت کو خیالی شخصیت قرار دینے والوں کے لئے جگ ہنسائی کا سبب بنتے جائیں گے۔

ان حالات میں ضروری سمجھا کہ ابن سبا کی شخصیت کے متعلق شیعہ مذہب کی امہات الکتب اور مستشرقین کی چند تالیفات سے ایک تعارفی سا خاکہ مرتب کر کے شائقین علم و ادب کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

فیض عالم (مرحوم)
جامعہ اہل حدیث محلہ مستریاں جہلم
۱۰ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ

ابتدائیہ

اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں عبداللہ بن ابی کی منافقانہ روش اور مسجد ضرار کے واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ اسلام دشمن سرگرمیوں سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا۔ خلیفہ بلا فصل سیدنا صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں تمام جزیرہ نمائے عرب ارتداد کی لپیٹ میں آگیا حتیٰ کہ آپ کے انتخاب کے وقت مدینہ منورہ میں بھی چند اصحاب کی طرف سے کچھ بدمزگی کا ظہور ہوا جو اس وقت سیدنا فاروق اعظمؓ کی فراست و تدبّر اور بعد میں ان کی سیل اسلامی فتوحات کے سامنے پنپ نہ سکا۔ صحابہ کرامؓ کی تمام توجہات جہاد پر مرتکز ہو کر رہ گئی تھیں مگر اندر اندر لاوا پکتا رہا جس میں عجمی غلاموں نے آکر اس حد تک رنگ بھرا کہ سیدنا فاروق اعظمؓ اس زیر زمین تخریب کارانہ سیلاب کی بھینٹ چڑھ گئے۔ دشمنان اسلام کے لئے یہ ایک سنہری موقع تھا۔ اب خفیہ سازشوں، خفیہ سوسائٹیوں، خفیہ انجمنوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا۔

کوئی ایسا زمانہ نہیں بتایا جا سکتا جس میں یہ اسلام دشمن خفیہ گروہ اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف نہ رہا ہو۔ کبھی یہ ابولؤلؤ اور اس کو ترغیب دینے والوں کی شکل میں ظاہر ہوا۔ کبھی یہ عبداللہ بن سبا اور اس کے پیروکاروں کی صورت میں دیکھا گیا۔ کبھی اس کا نام گروہ خوارج ہوا۔ کبھی یہ علویوں اور عباسیوں کی وکالت کرتا ہوا بنو امیہ کے خلاف مصروف کار رہا۔ کبھی اسماعیلی، باطنی اور فدائیوں کے لباس میں سامنے آیا۔ کبھی اس نے فری میسن کا روپ دھارا۔ کبھی یہ لوگ نہلسٹوں اور انارکسٹوں کے روپ میں نمودار ہوئے اور کبھی ڈپلومیسی اور پالیسی کا جامہ دربر کر کے نمودار ہوئے اور جہاں کہیں انہیں چند مہینوں یا چند سالوں کے لئے مسلمان بادشاہوں کے ہاں وزارت کے عہدے تفویض ہوئے یا انہیں کہیں حکومت کرنے کا موقع ملا۔

تو انہوں نے اپنی اسلام دشمن سرگرمیوں میں پورا زور صرف کر دیا۔ سیاست سے ہٹ کر جب انہوں نے اسلام کی ہیئت ترکیبی کی طرف توجہ کی۔ تو وہاں انہوں نے ایسے ایسے محیر العقول معتقدات ذاتی کر عوام میں پھیلائے کہ مسلمان مسلمان تو کہلاتے رہے مگر ان میں اسلام کا شمہ بھر بھی باقی نہ رہا۔

اس گروہ کا ایک فرزند سیدنا فاروق اعظمؓ کو شہید کر کے رضی اللہ تعالیٰ بن گیا اور اپنے پیچھے عید بابا شجاع کی یادگار چھوڑ گیا۔ مگر اس کے رُوحانی جانشین عبداللہ بن سبا نے ایسے ایسے محیر العقول عقاید کا ملغوبہ اپنے پیروؤں کے لئے پیچھے چھوڑا۔ جس کے سامنے بوستانِ خیال، فسانہ عجائب، الف لیلیٰ وغیرہ کی داستانیں بھی ہیچ ہو کر رہ گئیں اس نے ایسے ماورائی تخیلات و تصورات کی دنیا آباد کی ——— جس سے بچ نکلنا ——— تقریباً تقریباً ناممکنات کے زمرے میں آتا ہے۔

زیر نظر صفحات میں قارئین اس گروہ کے اس فرد کے حالات سے واقف ہوں گے جس نے تخریب کارانہ ذہنوں کو انتشار کے صحراؤں سے نکال کر ایک متحدہ طاقت کے طور پر کام کرنے کا راستہ دکھایا۔ اور نہایت سائنٹفک انداز میں ان کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کر کے ان کو اس پر عمل کرنے کے طریقے بتائے:

۱۔ اس نے نہایت دُور اندیشی سے عوام کو متاثر کر کے ان سے اپنے ڈھب کا کام لینے کے لئے سب سے پہلے اس بات پر عمل کیا کہ کسی حکومت کے خلاف بغاوت یا خروج کرنے کے لئے یہ امر کامیابی کا ضامن ہو سکتا ہے کہ پروپیگنڈا کسی ایسے شخص کی طرف سے کیا جائے جس کا معاشرے میں اچھا خاصا مقام ہو۔

۲۔ اس نے اس بات کو مدنظر رکھا کہ عوام کا حافظہ بڑا کمزور ہوتا ہے اس لئے چند ہی باتوں کو مختلف انداز میں بار بار دوہرایا جائے، اسی بات کو سولن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ کہتے جاؤ کہتے جاؤ یہاں تک کہ کسی نہ کسی مقام پر کہنے والے کا مقصد تنقید یا تبلیغ و تشہیر کا سبب بن جائے۔

۳۔ وہ اس بات سے بھی اچھی طرح باخبر تھا کہ عوام سے کام لینے کے لئے

اور انہیں اپنے ڈھب پر لانے کیلئے وقت کے حسبِ حال انفرادی، اجتماعی، ذہنی، جذباتی اور نظریاتی مطالبات کے سبز باغ ان کے سامنے رکھے جائیں اور ان کی روشنی میں ان کو اپنی ذاتوں سے ہمدردی اور مخالف جماعتوں سے دشمنی پر ابھارا جائے۔

۴۔ وہ اس بات سے بھی خوب باخبر تھا کہ اپنے ذاتی مقصد کو پوشیدہ رکھ کر عوام کے ذہنوں میں ان کے مفادات کا نام لے کر اپیل کی جائے۔

۵۔ اسے خوب معلوم تھا کہ عوام کے ذہنوں میں اپنے مذہب سے وابستگی کے جذبات بڑے پختہ ہوتے ہیں اس لئے ان کے سامنے ان کے مذہب کی مخالفت نہ کی جائے۔ بلکہ اسے پختہ کرنے کے لئے اس میں ایسا رنگ بھرا جائے جو حسب ضرورت افراط یا تفریط کا رنگ لئے ہوئے ہو۔ افراط یا تفریط دین سے بیگانہ کرنے کے کامیاب حربے ہیں

۶۔ انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے اور مدنیت کے لئے حاکم اعلیٰ کا ہونا لازمی ہے۔ عوام کی اس جذباتی وابستگی کو اس طرف گھمانا بڑا آسان ہے کہ ایک حاکم اللہ کا بنایا ہوا ہوتا ہے اور ایک عوام کا بنایا ہوا۔ لہٰذا اللہ کے بنائے ہوئے حاکم کی اگر حق تلفی ہو رہی ہو تو اُسے اس کا حق دلانے کے لئے جان کی بازی تک لگا دو۔

جائزہ: بڑی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو مرتبۂ نبوت سے سرفراز فرماتا ہے۔ اس کی تئیس سالہ تبلیغانہ مساعی سے لاکھوں افراد دینِ حق قبول کرتے ہیں۔ اس نبی کی ساعی اور اس کے ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور سے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً کا تمغہ سرمدی عطا ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ ارشاد ہوتا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ مگر اچانک ایک کونے سے آواز اٹھتی ہے ——— یہ سب جھوٹ ہے، دین مکمل نہیں ہوا۔ چونکہ اس کی تکمیل کی شرط پوری نہیں ہوئی نبی کے گرد جمع ہونے والے تمام لوگ منافق تھے۔ نبی ہمیشہ ان سے لرزاں و ترساں رہا۔ اُسے بار بار اللہ کی طرف سے حکم ملتا رہا کہ دین کی تکمیل کی شرط پوری کرو مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ وہ شرط کیا تھی "علیؓ کی وصایت کا اعلان"

نبیؐ دنیا سے رخصت ہوا۔ وصی رسولؐ پوری ربع صدی منافقین کے عطیات پر بسر کرتا رہا۔ شادیاں کرتا رہا اولادیں پیدا کرتا رہا۔ خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی گزارتا رہا۔ مگر اپنی وصایت کا وہ بھی اعلان نہ کر سکا۔ حالات بدلے اور اسے حکومت ملی۔ یعنی بقول ان کے حق بحقدار رسید۔ مگر جس وصائیت کیلئے تیئیس سال تک اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبرؐ کو بار بار حکم دیتا رہا۔ اور ۲۵ سال کے بعد وہ وصی رسول جب برسر اقتدار آیا تو ایک لاکھ فرزندانِ توحید خاک و خون میں لوٹ پوٹ ہو گئے۔

بندوں کے بنائے ہوئے صاحب امرؓ جب تک برسرِ اقتدار رہے دنیا بھر کے خزانوں کے ڈھیروں کے ڈھیر ان کے قدموں میں بکھر بکھر جاتے رہے۔ لاکھوں مربع میل ان کے گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے گئے۔ مگر جب اللہ کا بنایا ہوا حاکم برسرِ اقتدار آیا تو ہر چہار جانب خوف، ہراس، لوٹ مار، قتل و غارت، بے چینی، گھبراہٹ اور ہر قسم کے خطرات کا دور دورہ۔

مگر واہ رے ابن سبا تو نے وہ کچھ کر دکھایا جو تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر سیدنا علیؓ کی خلافت میں سبائیت کی آمیزش یا آویزش نہ ہوتی تو خلافتِ راشدہ کی برکات میں پہلا نام علیؓ کا ہوتا اور بعد میں اصحاب ثلاثہؓ کا مگر جو کچھ ہوا ——— عجیب تر ہوا۔

عبداللہ ابن سبا

عبداللہ ابن سبا تاریخ عالم کا ایک گھناؤنا کردار ہے۔ جب تاریخ عالم نے تاریخ اسلام کی صورت اختیار کی تو اس ذہین و فطین مگر شاطر و عیار کردار کے کارناموں کی وجہ سے تاریخ اسلام میں وہ اثرات مرتب ہونے شروع ہوئے جنہوں نے اسلامی معتقدات اور اقدار کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

سبائیت کا ہاتھ جب تاریخ پر پڑا تو اس میں لفاظی کی دھوم دھام مگر مطالب کی کمی، مبالغہ کی چاشنی مگر حقیقت کا فقدان، صنائع و استعارہ کی بھرمار مگر سادگی اور سچائی عنقا ہو کر رہ گئی۔ آخر یہ رنگ یہاں تک پہنچا کہ اسے کذب محض کی اس شاہراہ سے گزرنا پڑا جہاں کذب محض بھی افسانہ در افسانہ بن گئے۔ جہاں خرافات کے طوفانوں کی باد تند تخیل کی آندھیاں اور انسانی خیال آفرینیوں کے جھکڑوں نے عالم اسلام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ جہاں اتہامات کے ساز و سامان کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ تو تاریخی پہلو کا ایک سرسری سا خاکہ ہے۔ مگر معتقدات کی دنیا میں الوہیت مذر بدا، رسالت بیکار محض، رسالت کے شجر طوبیٰ کے اثمار کو زقوم و حنظل اور کفر و نفاق کا مرکب بنا کر رکھ دیا۔

اور جب کسی مردِ حق آگاہ نے سبائیت کے چہرہ کی نقاب کشائی کی جرأت کی تو ایک طرف سبائیت کے بانی کے وجود سے انکار اور دوسری طرف اس جرأت رندانہ کے مرتکب کے لئے دار و رسن تیار۔ (مصنف نے اپنی شہادت کی پیشگوئی کی ہے جو من وعن پوری ہوئی)

یہ کام تھا اُن ملّایانِ زمانہ کا۔ جن کے جبّہ و دستار قال اللہ و قال رسول کے مرہونِ منت، جن کی محراب و منبر نشینی اسلام کی ممنونِ احسان، جن کے مرغن دسترخوان فرزندانِ اسلام کی محنت کے محتاج۔ مگر بزدلی کو مصلحت، دنائیتِ طبع کو صبر و شکر کے راگ الاپنے والوں سے یہ امید کہ وہ سبائیت کی خون آشام جونکوں کو اماس ملّت سے جھاڑ پھینکنے

[illegible]

کی جرأت کریں گے۔ ع — این خیال است و محال است و جنون۔ عبداللہ بن سبا کی سیاست کے سامنے چانکیہ اور میکاولی کی سیاست دانی پانی بھرتی نظر آتی ہے۔ اس نے اپنی خواہش کو مصمم ارادے، ارادے سے تصور، تصور سے منصوبے اور منصوبے سے تکمیل کے مراحل بڑے منطقی انداز میں نہایت استقلال سے طے کئے اور اپنی زندگی میں ہی اس کا حصول اور حصول کے نتائج دیکھ لئے۔ دنیا بھر میں کسی تخریب کار کو اس کی زندگی میں وہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی جو عبداللہ بن سبا کو اس کی زندگی میں حاصل ہو گئی۔ اور اس کے مرنے کے بعد اس کے معتقدات پر عمل کرنے والوں نے اس سے بڑھ کر نہایت چابکدستی سے اس کی اُپچ میں رنگ آمیزی کر کے اُسے چار دانگ عالم میں پھیلایا جس کی مثال تاریخ عالم میں عنقا ہے۔ اگر کسی وقت اس کے پیرؤوں نے اپنے مزعومہ ائمہ کی طرف کوئی پیشگوئی منسوب کی مگر وہ غلط ثابت ہوئی تو انہوں نے ائمہ کی عصمت بحال رکھنے کے لئے جھٹ سے کہہ دیا کہ اللہ کو بداء ہو گیا تھا اور اگر انہوں نے اپنی خواہش کے مطابق اپنے ائمہ سے کوئی قول منسوب کیا اور سننے والوں نے اس امام سے اس کی تصدیق چاہی اور امام نے اس کا اُلٹ جواب دیا۔ یا اس بات سے انکار کر دیا تو فوراً اعلان کر دیا کہ امام نے تمہارے سامنے حقیقت بیان کرنے سے تقیہ کر لیا ہے۔

ان دو ہتھیاروں سے لیس ہو کر عبداللہ بن سبا کے جانشینوں نے عوام کے لئے اتنا ضخیم لٹریچر اپنے پیچھے چھوڑا جس کی مثال اس بھری دنیا میں تلاش کرنا ناممکنات میں سے ہے۔

عبداللہ بن سبا کون تھا؟

عبداللہ بن سبا یمن کے شہر صنعا کا ایک ذہین و فطین علوم متداولہ پر عبور رکھنے والا خوش بیان یہودی تھا۔ اس نے جب اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کو

دیکھا اور اسے یہ معلوم ہوا کہ مدینۃ النبیؐ سے کس طرح یہود کے مالدار قبیلے بنو نضیر اور بنو قینقاع اپنی عہد شکنیوں کی وجہ سے شہر بدر کئے گئے اور کس طرح غداری کے جرم میں بنو قریظہ کی گردنیں ماری گئیں اور کس طرح یہودیوں کا مشہور گڑھ خیبر فتح ہوا اور جزیرہ نمائے عرب سے یہودیوں کا قلع قمع کیا گیا۔ تو وہ اپنے دل میں ایک بڑا اُدھوریں منصوبہ بنا کر یمن سے مدینہ پہنچا۔

عبداللہ بن سبا کا قبولِ اسلام

بعض مورخین کا بیان ہے کہ وہ عبداللہ بن عامرؓ گورنر بصرہ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ وہ خلیفہ ثالث سیدنا ذوالنورینؓ کے دورِ خلافت میں مدینہ پہنچا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لایا۔ چونکہ اُسے اپنی علمی استعداد پر بڑا ناز تھا۔ اس لئے اس نے خلیفہ ثالثؓ کی خدمت میں التجا کی کہ مجھے کوئی منصب عطا فرمایا جائے مگر آپؓ نے اس کی اس خواہش کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ پہلے تو اس کے دل میں صرف اپنے ہم مذہب یہودیوں کی بربادی کا صدمہ تھا اب سیدنا عثمانؓ کے انکار پر اس کی آتش انتقام دو آتشہ ہو گئی۔ چند روز مدینہ میں قیام کے بعد وہ بصرہ پہنچا۔ وہاں کے گورنر عبداللہ بن عامر کو جب معلوم ہوا کہ یہ شخص حکیم بن جبلہ جیسے مفتن لوگوں سے خلا ملا رکھتا ہے اور اسلام دشمن سرگرمیوں میں مشغول ہے تو انہوں نے اسے بصرہ سے نکال دیا۔ مگر بصرہ میں وہ ایک اچھا خاصا گروہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔ پھر وہ کوفہ پہنچا وہاں سے بھی نکال دیا گیا۔ پھر شام پہنچا وہاں اس کی بالکل دال نہ گلی۔ آخر مصر پہنچ کر وہ نہایت احتیاط سے زیر زمین سازشوں میں مشغول ہو گیا۔ مصر میں بیٹھ کر ہی اس نے بصرہ اور کوفہ میں اپنے ہم خیال لوگوں سے خط و کتابت شروع کی۔ یہاں اس امر کو بھی ذہن میں رکھئے کہ عبداللہ بن سبا کا وطن، ایران کی مجوسی حکومت کا ایک ماتحت صوبہ رہ چکا تھا اگرچہ یمن کے اکثر باشندوں نے اپنے آبائی مذاہب عیسائیت

یہودیت اور ستارہ پرستی کو ترک کر کے آتش پرستی اختیار نہ کی۔ مگر بمصداق الناس علیٰ دین ملوکھم وہ مجوسیت کے اکثر نظریات سے بچ نہ سکے۔ انگریز کو یہاں سے گئے ۲۵ سال گزر چکے ہیں۔ مگر انگریزی تہذیب ابھی تک ہماری گردنوں پر سوار ہے اسی طرح مجوسیت یمن کے لوگوں کی گردنوں پر سوار تھی۔ اور جب عبداللہ بن سبا کے کانوں میں یہ آواز پہنچی کہ خلیفہ دوم کو قتل کرنے والا اپنے آقایانِ ولی نعمت کا ایک فرزند ہے تو مجوسی غلاموں سے رابطہ قائم کرنے کی سہولتوں پر سہولتیں میسر ہوتی گئیں اور وہ تمام اسلامی مملکت میں تخریب کارانہ فضا تیار کرتا چلا گیا۔

کوفہ اور بصرہ سے اسے نام نہاد نو مسلم مجوسی مل گئے۔ مصر سے اُسے یہودیوں عیسائیوں کے علاوہ ایسے لوگ بھی مل گئے جو بظاہر پکے مسلمان تھے۔ غرضیکہ جب کوفہ اور بصرہ اور مصر کے باغیوں کے گروہ خلیفہ ثالث کے خلاف مدینہ پہنچے تو یہی لوگ اپنے اپنے شہروں کے قافلوں کے سالار تھے۔ اور انہوں نے سیدنا ذوالنورینؓ کو شہید کیا۔ مدینہ میں انہیں محمد بن ابوبکر یعنی سیدنا علیؓ کا لے پالک مل گیا اسی نے سب سے پہلے سیدنا ذوالنورینؓ کو داڑھی سے پکڑ کر جھنجوڑا تھا۔

عبداللہ بن سبا کے اس تیار کردہ گروہ نے سیدنا ذوالنورینؓ کو شہید کرنے کے بعد اپنے بچاؤ کے لئے سیدنا علیؓ کو خلیفہ منتخب کر کے مدینہ سے کوفہ منتقل ہونے پر آمادہ کر لیا۔ اب ان لوگوں کی پوزیشن بہت مضبوط ہو چکی تھی بعد میں جمل اور صفین کی لڑائیاں جن میں کم و بیش ایک لاکھ صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین خاک و خون میں تڑپ گئے۔ مگر جب ان کا مقصد پورا ہو گیا اور کماحقہ سیدنا علیؓ کو اپنے ڈھب پر نہ لا سکے تو انہیں شہید کر دیا۔ بعد میں سیدنا حسنؓ کو ذلیل و خوار کیا۔ اور آگے چل کر سیدنا حسینؓ کی مظلومانہ شہادت بھی ان کے ہاتھوں ہوئی۔ وقت گزرتا رہا۔ عبداللہ بن سبا کی روحانی ذریت بال و پر نکالتی چلی گئی۔

شیعہ اُمّہات الکتب میں عبداللہ بن سبا

ابن سبا کی شخصیت سے انکار کرنا گویا کہ روز گار بننے کے مترادف ہے۔ اور سب سے اہم تر یہ کہ شیعہ مذہب کی تمام امہات الکتب میں بتغیر الفاظ ابن سبا کا ذکر موجود ہے۔ اور اس سے بھی اہم ترین بات یہ ہے کہ ابن سبا کے متعلق تمام کی تمام روایات شیعوں کے ائمہ طاہرین سے مروی ہیں۔

اور ائمہ طاہرین کا شیعہ مذہب میں جو مقام ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ان کے نزدیک تمام آئمہ معصوم ہیں اور ہر امام کا ارشاد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق واجب التعظیم اور واجب العمل ہے اس سے انکار ضلالت و گمراہی ہی نہیں بلکہ مترادف بکفر ہے۔

تاریخ امامیہ صفحہ ۱۵۸ پر لکھا ہے:

ان الاعتقاد بعصمة الائمة جعل الاحاديث التی تصدر عنهم صحيحة دون ان يشترطوا ايصال سندها الى النبی صلے الله عليه و سلم كما هو الحال عند اهل السنة	ائمہ کرام کی عصمت پر شیعوں کا اعتقاد اسی طرح ہے۔ جس طرح اہل سنت کا اعتقاد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر ہے لہٰذا شیعوں کے ائمہ کی احادیث اسی طرح معتبر ہیں جس طرح اہل سنت کے نزدیک حضور اکرمؐ سے مروی صحیح احادیث پر ہے
و يقولون ايضاً ولما	اور اسی طرح کہتے ہیں کہ جو حکم

كان الامام معصوماً - عند الامامية فلا مجال للشك فيما يقول -
(تاريخ الاماميه صفحه ۱۴۰)

امامیہ (شیعوں) کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے اور جو کچھ امام کہتا ہے اس میں قطعاً شک نہیں ہوتا -

و يقول المامقانى ان احاديثنا قطعية الصدور عن المعصوم
(تنقیح المقال جلد ا صفحہ ۱۷۷)

مامقانی کہتا ہے کہ ہماری تمام احادیث آئمہ معصومین سے مروی ہیں -

و كتاب المامقانى من اهم كتب الجرح و التعديل عندهم (محاضرات صفحہ ۲۰۹)

اور مامقانی کی کتاب شیعوں کے نزدیک جرح و تعدیل میں اہم ترین کتاب ہے -

ان سطور کے بعد ڈاکٹر سعدی الہاشمی نے شیعہ کتب سے ابن سبا کی گمراہیوں کا ذکر کیا ہے :

نوبختی کا ارشاد ہے

(1) يقول نوبختى : و حكى جماعة من اهل العلم من اصحاب على عليه السلام ان عبد الله بن سبا كان يهوديا فاسلم و والى على عليه السلام وكان يقول وهو يهودية فى يوشع بن نون وصى بعد موسٰى على نبينا و اله و عليهم السلام فقال فى اسلامه بعد وفات النّبى صلے الله عليه وسلم بمثل

علی علیہ السلام کے اصحاب میں سے اہل علم کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا وہ اسلام لایا اور وہ علی علیہ السلام سے ملا وہ یہودیت میں کہا کرتا تھا کہ موسٰی علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون تھے - اور حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد علی علیہ السلام آپؐ کے وصی ہیں - اور ابن سبا پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے علی علیہ السلام کی امامت (کے عقیدہ) کو شہرت دی اور اسے اپنے زعم کے مطابق علی کے دشمنوں سے اظہار

ذلك و هو اول من شهر القول بفرض امامة على عليه السلام واظهر البرأة من اعدائه وكاشف مخالفيه يقول النوبختى فمن هنا قال من خالف الشيعة ان اصل الرفض ماخوذ من اليهود

بیزاری کیا -

(2) نوبختی کہتا ہے کہ شیعیت کے مخالف اسی لئے شیعیت کو یہودیت سے ماخوذ کہتے ہیں -

صلاح

محاضرات الجامعة الاسلامية صفحہ ۲۱۰ بحوالہ فرق الشیعہ للنوبختی صفحہ ۴۴ رجال کشی صفحہ ۱۰۱ تنقیح المقال صفحہ ۱۳۵ - قاموس الرجال جلد ۵ صفحہ ۴۶۲ -

(3) و يقول النوبختى عند ذكره السبئية اصحاب عبد الله بن سبا وكان ممن اظهر الطعن على ابى بكر وعثمان والصحابة تبرأ منهم و قال ان على عليه السلام امره بذلك (فرق الشیعہ ص۲۲)

عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں کے متعلق نوبختی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے علی الاعلان ان لوگوں نے حضرات ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ اور صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہا اور عبداللہ بن سبا کا کہنا تھا کہ مجھے علیؓ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے -

(4) كان اول من قال بالوهية و ربوبية على رضى الله عنه كان اول من ادعى النبوة فى فرق الشيعة الغلاة

سب سے پہلے جس نے علی کی الوہیت اور ربوبیت کا اعلان کیا وہ ابن سبا تھا -

(5) اور جس نے سب سے پہلے غالی شیعوں کے سامنے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا وہ عبداللہ بن سبا تھا -

(۱) مشہور شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری اپنی مایہ ناز تالیف انوار النعمانیہ میں لکھتا ہے :

وقیل انہ کان یہودیا فاسلم وکان فی الیہودیۃ یقول فی یوشع بن نون وصی موسٰی علیہ السلام مثل ما قال فی علی و قیل بوجوب امامۃ علی علیہ السلام ومنہ تشعبت اقسام الغلاۃ (انوار نعمانیہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۷)

اور کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہوا۔ یہودیت کے زمانے میں یوشع بن نون وصی موسٰی علیہ السلام کے متعلق غلو کرتا تھا۔ جیسا کہ مسلمان ہو کر حضرت علیؓ کی امامت کے وجوب کا اظہار کیا۔ اور اس سے کئی غالی فرقے پیدا کئے۔

(۲) شیعہ مذہب کی مشہور کتاب رجال کشی میں ہے۔

ذکر بعض اہل العلم ان عبداللہ بن سبا کان یہودیا فاسلم و والی علیا علیہ السلام وکان یقول وھو یہودیۃ فی یوشع بن نون وصی موسٰی علیہ السلام بالغلو فقال فی اسلام بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علی مثل ذلک

بعض علماء نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور حضرت علیؓ سے محبت کا اظہار کیا۔ یہودیت میں یوشع بن نون کے متعلق جو غلو کرتا تھا ویسا ہی مسلمان ہونے کی حالت میں حضرت علیؓ کے بارے میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد غلو کرنے لگا۔

اول من اشتہر بالقول بفرض امامۃ علیؓ واظہر البراءۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ و اکفرھم من ھھنا قال من خالف الشیعۃ اصل الشیعۃ والرفض ماخوذ من الیہودیۃ

رجال کشی طبع ایران صفحہ ۷۱

یہ پہلا شخص ہے جس نے علیؓ کی امامت کے فرض ہونے کی شہرت دی اور ان کے دشمنوں پر تبرّا بازی شروع کی اور ان کے مخالفوں کی کھلی کھلی مخالفت کی۔ اور انہیں کافر کہا۔ اسی لئے مخالفین شیعہ کہتے ہیں کہ شیعہ مذہب اور رفض کی اساس اور ماخذ یہودیت ہے۔

نوٹ : یہ قطعاً غلط ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سیدنا علیؓ کا کوئی مخالف یا دشمن تھا سب سے پہلے عبداللہ بن سباء نے اپنے پیروؤں اور معتقدوں کے دلوں میں یہ تصور جاگزیں کیا کہ صحابہ کرامؓ سیدنا علیؓ کے دشمن اور مخالف تھے۔

(۳) اسی رجال کشی طبع لکھنؤ میں ہے :

عن ابان بن عثمان قال سمعت ابا عبداللہ یقول لعن اللہ عبداللہ بن سبا انہ ادعی الربوبیۃ فی امیر المومنین وکان واللہ امیر المومنین عبداللہ طایعا الویل لمن کذب علینا وان قوم یقولون فینا ما لا اقول فی انفسنا فبرء الی اللہ منہم فبرا الی اللہ عنہم

صفحہ ۲۰۔ نیز دیکھئے تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۱۸۳

قاموس الرجال جلد ۵ صفحہ ۴۶۱

ابان بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے جعفرؒ سے سنا۔ وہ عبداللہ بن سبا پر لعنت کرتے تھے۔ اس نے حضرت علیؓ کے لئے ربوبیت کا دعوٰی کیا۔ اور خدا کی قسم علیؓ اللہ کے بندے تھے۔ اور جو شخص ہم پر جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے جہنم کی دعا کرتے تھے اور ایک قوم کے لوگ ہمارے لئے وہ کچھ کہتے ہیں جو ہم اپنے لئے نہیں کہتے۔ ہم اللہ کے حضور میں ان سے برأت چاہتے ہیں۔ اور اللہ کے ہاں ان سے برأت کی پکار چاہتے ہیں

٩ رواہ الکشی بسند عن محمد بن قولویۃ القمی قال حدثنی سعد بن عبد اللہ بن ابی خلف القس قال حدثنی محمد بن عثمان العبدی عن یونس بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن سنان قال حدثنی ابی عن ابی جعفر علیہ السلام

ان عبد اللہ بن سبا یدعی النبوۃ وزعم ان امیر المؤمنین علیہ السلام ھو اللہ تعالیٰ عن ذلک علواً کبیراً۔ فبلغ ذلک امیر المومنین علیہ السلام فدعا وسالہ فاقر بذلک وقال نعم انت ھو وقد کان القی فی روعی انک انت اللہ وانی نبی فقال لہ امیر المؤمنین ویلک قد سخر منک الشیطان فارجع عن ھذا ثکلتک امک وتب فابی فحبسہ واستتابہ ثلاثۃ ایام فلم یتب فاحرقہ بالنار

علامہ کشی محمد بن قولویہ قمی سے روایت کرتے ہیں وہ سعد بن عبد اللہ بن ابی خلف القس سے وہ محمد بن عثمان العبدی سے۔ وہ یونس بن عبد الرحمن سے وہ عبد اللہ بن سنان سے وہ اپنے باپ سے کہ کہا (امام) باقر علیہ السلام نے تحقیق عبد اللہ بن سبا نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کا زعم تھا۔ کہ امیر المؤمنین (علی) اللہ تعالیٰ ہیں۔ ہیں (حالانکہ) اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے۔ اور جب یہ خبر امیر المومنین علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے اُسے بلایا اور اس سے پوچھا۔ پس اس نے اس بات کا اقرار کیا اور کہا آپ اللہ ہیں اور میں نبی ہوں۔

پس امیر المومنین نے کہا حیف ہے تجھ پر اور شیطان تجھ سے تمسخر کرتا ہے تو اس سے باز آ۔ تجھ پہ تیری ماں روئے تو اس سے توبہ کر۔ مگر اس نے انکار کیا۔ پس آپ نے اسے قید کر دیا۔ اور تین دن تک اسے توبہ کے لئے کہتے رہے۔ مگر اس نے توبہ نہ کی۔ پس اُسے آگ میں جلا دیا۔

رجال کشی صفحہ ٩٠ طبع موسسۃ الاعلمی للمطبوعات کربلا و قاموس الرجال جلد ٥ صفحہ ٤٦٣ و تنقیح المقال طبع المرتضویہ فی النجف ٣٥٠ اہ جلد ٢ صفحہ ١٨٣/١٨٤

ان روایات سے چند بڑی مزیدار باتیں معلوم ہوتی ہیں

١۔ عبد اللہ بن سبا واقعی ایک انسان تھا۔ اس کا ذکر قاموس الرجال اور تنقیح المقال میں بھی موجود ہے

٢۔ یہ روایت امام باقر سے سند اً بیان کی گئی ہے اور امام کا قول غلط نہیں ہو سکتا۔

٣۔ ابن سبا نے اس روایت کے مطابق نبوت کا دعویٰ کیا اور سیدنا علیؓ کو اللہ کہا۔

٤۔ سیدنا علیؓ نے اسے تین دن تک توبہ کرنے کی ترغیب دلائی مگر وہ باز نہ آیا۔

٥۔ آپ نے اُسے آگ میں جلا دیا۔

جائزہ: اس مقام پر صرف اس قدر بیان کرنا مقصود ہے کہ ابن سبا ایک چلتا پھرتا انسان تھا۔ مگر ایک اعتراض کرنے والا یہ اعتراض بھی کر سکتا ہے کہ سیدنا علیؓ نے شریعت کے کس حکم کے مطابق اُسے جلانے کا حکم دیا تھا۔

یاد رہے کہ ابن سبا جمل اور صفین کے معرکوں میں زندہ موجود تھا۔ کیا اس کے بعد اسے جلایا گیا۔ جبکہ جمل و صفین کے معرکوں سے سالوں پہلے اس نے اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کر دی تھی کچھ معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

٤۔ علامہ کشی اپنی مشہور تالیف معرفت اخبار الرجال میں عبد اللہ بن سبا کے حالات کے بعد ایک مزید روایت لائے ہیں۔

٢٥ سبعین رجلا من الزط الذین ادعوا الربوبیۃ فی امیر المؤمنین علیہ السلام بسند الی ابی جعفر انہ قال ان علیاً علیہ السلام لما فرغ من قتل اھل البصرۃ اتاہ سبعون رجلاً من الزط فسلموا علیہ فکلموہ بلسانھم فرد علیھم بلسانھم

زط قوم کے ستر آدمی جو حضرت علیؓ کو رب کہتے تھے سندھ سے ان کے پاس اس وقت پہنچے۔ جب آپ بصریوں کے قتل سے فارغ ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی زبان میں امیر المؤمنین کو سلام کہا۔ اور آپ نے ان کو ان کی زبان میں جواب دیا۔ اور کہا جو کچھ تم مجھے کہتے ہو میں وہ نہیں۔ بلکہ

وقال لهم انی لست كما قلتم انی خرؔ (معرفۃ اخبار الرجال لابی عمرو الکشی ص ۳ طبع ۱۳۱۰ بمبئی۔ نیز اس روایت کے لئے کافی جلد ۱ صفحہ ۲۵۹ - ۲۶۰ دیکھیے)

میں ایک انسان ہوں۔ لیکن انہوں نے اپنے عقیدے سے رجوع نہ کیا اور آپ نے ان سب کو جلانے کا حکم دیا۔

۵۔ علامہ کشی محمد بن قولویہ سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے سعد بن عبداللہ سے بیان کیا اور وہ یعقوب بن یزید اور محمد بن عیسیٰ سے اور وہ علی بن مہزیار سے اور وہ فضالہ بن ایوب ازدی سے اور وہ ابان بن عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ ابا عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا۔

11 لعن الله عبد الله بن سبا انه ادعی الربوبیة فی امیر المؤمنین علیه السلام وكان والله امیر المؤمنین عبداً طائعاً۔ (رجال کشی صفحہ ۱۰۰۔ تنقیح المقال مامقانی جلد ۲ صفحہ ۱۸۴۔ قاموس الرجال جلد ۵ صفحہ ۴۶۲)

اللہ تعالیٰ عبداللہ بن سبا پر لعنت کرے کہ اس نے امیر المومنین کے لئے ربوبیت کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ امیر المومنین اللہ کے ایک تابعدار بندے تھے۔

الکافی ۶۔ علامہ کلینی اپنی شہرہ آفاق تالیف کافی میں لکھتے ہیں کہ کافی کے ہر صفحہ پر امام منتظر کا یہ تصدیقی سرٹیفکیٹ درج ہے الکافی کاف لشیعتنا۔ کافی ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔

12 اتی قوم امیر المؤمنین علیه السلام فقالوا السلام علیک یا ربنا فاستتابهم فلم یتوبوا فحفر لهم حفیرة واوقد فیها نارا وحفر حفیرة اخری الی جانبها وافضی ما بینهما فلما لم یتوبوا القاهم والحفیرة

ایک قوم حضرت علیؓ کے پاس آئی اور اس نے کہا اسے ہمارے رب! آپ پر سلام۔ پس آپ نے ان کو توبہ کی تلقین کی۔ مگر انہوں نے توبہ نہ کی۔ پس آپ نے ایک گڑھا کھدوایا۔ اور اس میں آگ جلائی اور ان سب کو آگ میں پھینک کر

عبداللہ بن سبا کے مؤقف کے تحت اپنی تالیف دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۴۹، ۵۵۰ میں بھی اسی قسم کی روایت لائے ہیں۔

نیز سعد بن عبداللہ قمی المقالات والفرق میں جسے محمد جواد مشکور نے ایڈٹ کر کے ۱۹۶۳ میں طبع کرایا۔ اس کے صفحہ ۲۱ پر بھی اسی قسم کی روایت بیان کرتے ہیں۔

رجال کشی کی مزید ایک روایت ملاحظہ ہو۔ جو علی بن حسین سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں :

13 ۷۔ لعن الله من كذب علینا انی ذكرت عبد الله بن سبا فقامت كل شعرة فی جسدی لقد ادعی امراً عظیماً ماله لعنه الله كان عبداً لله صالحاً۔ (رجال کشی صفحہ ۱۰۰۔ تنقیح المقال ۲ : ۱۸۴۔ قاموس الرجال ۵ : ۴۶۳)

اس پر اللہ کی لعنت جو ہم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ میں نے جب عبداللہ بن سبا کا ذکر سنا تو میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے حضرت علیؓ کے حق میں بہت بڑا دعویٰ کیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ اللہ کے ایک صالح بندے تھے۔

ان تمام روایات کا مفہوم

۱۔ عبداللہ بن سبا نو مسلم یہودی تھا۔

۲۔ یہودیت کے زمانہ میں حضرت یوشع بن نونؑ وصی موسیٰ کے بارے میں غلو کرتا تھا۔

۳۔ حضرت علیؓ کے لئے امامت کی اصطلاح اسی نے وضع کی یعنی امامت کے نظریئے کا خالق عبداللہ بن سبا ہے۔

۴۔ اس کے معتقدات سے متاثر ہو کر کئی غالی فرقے پیدا ہوئے۔ غلو کرنے میں

۵۔ صحابہ کرامؓ پر تبرا بازی کی ابتداء عبداللہ بن سبا نے کی اور اسی نے پہلے پہل صحابہ کرام کو کافر کہا۔

۶۔ عبداللہ بن سبا کے ان کفریہ نظریات کو جن لوگوں نے قبول کیا مسلمان انہیں کافر کہتے ہیں۔

عبداللہ بن سبا کوئی افسانوی شخصیت نہیں۔

۷۔ متقدمین شیعہ علماء تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مذہب عبداللہ بن سبا کا ایجاد کردہ ہے

۸۔ حضرت علیؓ کی شان میں الوہیت اور رجعت کے نظریہ کا خالق عبداللہ بن سبا ہے۔

۹۔ خلفائے ثلاثہؓ کو غاصب کہنے والے عبداللہ بن سبا کی روحانی ذریت ہیں۔

۱۰۔ مشہور شیعہ عالم علامہ مامقانی نے اپنی شہرہ آفاق تالیف تنقیح المقال میں جرح و تعدیل کے مشہور آفاقی عالم محمد بن عمر الکشی سے روایت کی ہے جو اس فن کے اولین مؤلف ہیں:

"قال اہل علم عبداللہ بن سبا یہودی تھا مسلمان ہو کر اس نے حضرت علیؓ سے دوستی کے مراسم قائم کئے۔ ابن سبا جبکہ یہودی تھا تو کہا کرتا تھا کہ یوشع بن نون حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے اسلام لانے کے بعد علیؓ کو حضورؐ کا وصی بتایا کرتا تھا۔"

مشہور شیعہ عالم کا یہ بیان اس باب میں نص صریح کا حکم رکھتا ہے کہ حضرت علیؓ کے لئے وصی کا لقب ابن سبا نے اختراع کیا ہے۔ اس روایت کے راوی جب شیعہ ہوتے تو وہ بڑے علماء کو بھی کیسے رد کر سکیں کہ الکشی نے علماء سے نقل کرتے ہیں۔ در حقیقت یہی سے کام لیا ہے۔ ہمیں اس ضمن میں مزید کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ اور یہی بات کافی ہے کہ جناب مقلد یہ روایت شیعہ علماء کی زبانی نقل ہوتے ہوتے کشی تک پہنچی۔

اور پھر امامقانی کے ذریعہ شیعہ جرح و تعدیل کی عظیم و جدید ترین کتاب میں مندرج ہوئی۔

(منقول از المنتقی من منہاج السنۃ النبویۃ محشیہ علامہ محب الدین خطیب۔ تلخیص علامہ ذہبی ترجمہ غلام احمد حریری صفحہ ۲۹۴-۲۹۵ حاشیہ)

گذشتہ صفحات میں قارئین کی نظر سے اس قسم کے اقوال گزر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اسے قتل کرا دیا یا حضرت علیؓ نے اسے جلا وطن کر دیا۔

۹۔ ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ نے بڑے عجیب انداز میں عبداللہ بن سبا اور حضرت علیؓ کے متعلق بحث کی ہے۔

سوید بن غفلہؒ جو تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں ایک دن حضرت علیؓ کے پاس آکر بیان کیا کہ میں ابھی ایک مقام سے آ رہا ہوں۔ جہاں چند آدمی جن میں عبداللہ بن سبا بھی تھا بحث کر رہے تھے کہ آپ (علیؓ) کی رائے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں اچھی نہیں لیکن آپ بتقاضائے مصلحت اسے ظاہر نہیں کرتے حضرت علیؓ نے جواب دیا مجھے اس کالے خبیث سے کیا تعلق۔ معاذ اللہ کہ میں دونوں کے بارے میں سوائے اچھی بات کے کہوں۔ اگر حضرت علیؓ جو خلیفہ وقت تھے اپنے افکار میں مخلص ہوتے تو فوراً عبداللہ بن سبا اور دوسرے لوگوں کو جو اس بحث میں شریک تھے اپنے پاس بلاتے اصل واقعہ کی تفتیش کرتے اور مسلمانوں کے دینی و مذہبی اعتقادات میں گڑبڑ کرنے والوں کو مناسب سزا دیتے ایسا کرنا خلیفہ وقت کا فرض منصبی تھا مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس کے برعکس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں صبیغ نامی ایک عراقی مدینہ آیا اور لوگوں سے متشابہات کے بارے میں سوالات کرنے لگا۔ حضرت نافع جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے کہتے ہیں کہ صبیغ مصر میں اجناد مسلمین میں متشابہات قرآن کے متعلق سوالات کرتا تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسے مدینہ بھیج دیا۔ جب یہ شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو خلیفہ نے دریافت کیا تم لوگوں سے متشابہات قرآن کے متعلق سوالات کرتے پھرتے ہو اس نے کہا

ہاں آپ نے چھڑیاں منگوائیں اور اسے پیٹنا شروع کر دیا جب وہ خون آلود ہو گیا تو اسے قید میں بھیج دیا۔ جب وہ اچھا ہوا تو اسے بلایا اور مارنا شروع کر دیا۔ تیسری دفعہ جب وہ پیش ہوا تو کہنے لگا۔ یا امیر المومنین اگر آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو ایک ہی دفعہ قتل کر دیجئے۔ اگر آپ میرے عقیدہ کا علاج کرنا چاہتے ہیں تو واللہ اب میں ٹھیک ہو گیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اسے اپنے وطن عراق بھیج دیا۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے نہ دیں۔ (ازالۃ الخفاء)

عبداللہ بن سبا نے سیدنا علیؓ کے سامنے انھیں انت انت کہہ کر مخاطب کیا اور ان کی حکومت میں ان کے متعلق اس عقیدہ کی تشہیر کی۔ آپ نے اسے مدائن جلاوطن کیا اور بقول بعض قتل کیا جس کا تاریخی طور پر کوئی ثبوت نہیں۔

۱۰۔ مشہور شیعہ عالم حیدری ترجمہ نفحات الانس کے مقدمہ میں صفحہ ۲۹ پر لکھتا ہے: "اول کسیکہ بدعت الوہیت بحضرت امیر داد عبداللہ بن سبا بود کہ در زمان آنحضرت رضی اللہ زندگی می کرد۔" پہلا شخص جس نے حضرت امیر کو الوہیت سے نسبت دی عبداللہ بن سبا تھا جس نے آپ کے زمانہ میں زندگی بسر کی۔ یہاں اس کے قتل یا جلاوطنی کا کوئی ذکر نہیں۔

۱۱۔ مشہور شیعہ عالم پروفیسر عباس اقبال معلم دارالمعلمین عالی طہران اپنی مایہ ناز تالیف خاندان نوبختی میں لکھتا ہے۔

سبائیہ: اولین فرقہ غلاۃ طرفداران عبداللہ بن سبا کہ جزء اول کسی بانکار طعن ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ پرداختہ و معتقد بحیات جاوید و رجعت حضرت علیؓ و الوہیت او بودہ اند۔ امیرالمومنین علیؓ عبداللہ بن سبا را بقتل رساند۔ فرقہ نصیریہ از بازماندگان سبائیہ بودہ اند (خاندان نوبختی صفحہ ۲۲۵)

سبائیہ غالی فرقوں میں سے پہلا فرقہ ہے۔ یہ لوگ عبداللہ بن سبا کے طرفدار تھے جنہوں نے سب سے پہلے (حضرات) ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ پر طعن کا اظہار کیا اور یہ لوگ حضرت علیؓ کی حیات جاوید اور الوہیت کے معتقد تھے۔ امیر المومنین علیؓ نے عبداللہ بن سبا کو قتل کر دیا۔ فرقہ نصیریہ کے افراد اسی فرقہ سبائیہ کے پسماندہ افراد میں سے تھے۔

۱۲۔ ونقل النوبختی فی فرق الشیعہ مقالة السبئية ايضاً وهي: ان علياً لم يقتل ولم يمت ولا يقتل ولا يموت حتى يسوق العرب بعصاه ويملأ الأرض عدلاً وقسطاً كما ملئت ظلماً وجوراً۔

نوبختی نے اپنی تالیف فرق الشیعہ کے مقالہ سبئیہ میں نقل کیا ہے کہ علی نہ قتل ہوئے نہ مرے اور نہ قتل ہوں گے نہ مریں گے یہاں تک کہ لاٹھی کے زور سے زمین کو عدل اور انصاف سے بھر دیں گے۔ جس طرح زمین ظلم اور جور سے بھری گئی ہے۔

محاضرات جامعة الاسلامیہ صفحہ ۱۴۱ بحوالہ فرق الشیعہ النوبختی صفحہ ۲۲ طبع النجف و قاموس الرجال جلد ۵ صفحہ ۴۶۲۔

یادداشت: نوبختی تیسری صدی ہجری کا بہت بڑا شیعہ عالم ہے۔

نوبختی کے اس انکشاف سے مندرجہ ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ ابن سبا کے پیروؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ علیؓ نہ تو قتل ہوئے نہ مرے بلکہ وہ اس وقت تک نہ قتل ہوں گے نہ مریں گے جب تک زمین کو بزور عدل و انصاف سے نہ بھر دیں گے۔

۲۔ سبائیت کے اس انکشاف کا عجیب تر پہلو یہ ہے کہ بعض روایات کے مطابق امام منتظر آکر زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔ مگر سبائیت کے اس عقیدہ کے مطابق علیؓ زمین کو عدل و انصاف سے بھر کر دنیا سے رخصت ہوں گے۔

یہ کچھ معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

۱۳۔ گو مؤلف مختصر ابحاث الرجعات نے اس معمہ کو کسی قدر حل کر کے سبائیت کے سر سے ایک بوجھ اتارنے کی کوشش کی ہے یعنی جب امام منتظر تشریف لائیں گے تو اول

من بايعه محمد رسول الله۔ سب سے پہلے محمد رسول اللہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ تو اور آپ علیؓ بھی حضور اکرمؐ کے ساتھ امام منتظر کے ہاتھ پر بیعت کر کے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے کتنی آسانی سے مسئلہ حل ہو گیا۔

۱۲۔ علامہ عبدالکریم شہرستانی اپنی مایہ ناز کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں:

اصحاب عبد الله بن سبا الذی قال لعلی انت انت یعنی انت الاله فنفاه الی المدائن زعموا انه كان يهوديا فاسلم وكان فی اليهودية يقول فی يوشع بن نون وصی موسیٰ مثل ما قال فی علی وهو اول من اظهر القول بالنص بامامة علی كرم الله وجهه (الملل والنحل ۱: ۱۷۴)

ابن سبا کا گروہ وہ ابن سبا جس نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ تو خدا ہے۔ اس لئے حضرت علیؓ نے اسے مدائن کی طرف جلا وطن کر دیا۔ ان اصحاب ابن سبا کا یہ کہنا ہے کہ وہ یہودی تھا۔ پھر اسلام لایا اور یہودیت میں یوشع بن نون کے حق میں غلو کرتا تھا۔ ابن سبا پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؓ کی امامت کا منصوص ہونا ظاہر کیا۔

علامہ شہرستانی کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ

۱۔ ابن سبا نو مسلم یہودی نے سب سے پہلے حضرت علیؓ کو رب کہا۔ آگے چل کر ابن سبا کی تقلید میں ملا باقر مجلسی نے تمام ائمہ کو رب الارض والسماء وغیرہ کہنا شروع کیا۔
حضرت علیؓ نے اسے مدائن کی طرف جلا وطن کر دیا۔ مگر ایسے زندیق کو قتل نہ کیا۔ آخر کیوں؟

۲۔ امامت کے منصوص ہونے کے عقیدے کا مخترع ابن سبا ہے شیعوں کا عقیدہ امامت کوئی منصوص امر نہیں۔

الفضل ابن حسن ترکہ اصفہانی نے الملل والنحل کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے وہ لکھتا ہے۔

و من ایشان سبائیہ۔ اصحاب عبد اللہ بن سبا کہ با امام المتقین حیدر گفت تو آنی کہ تو ئی یعنی آں شقاوت پیشہ گفت کہ تو خدائی۔

اوّل کسے کہ بفرضیت امامت علیؓ قائل شد و اصناف غلاۃ ازیں مخذول منشعب گشتہ اند۔ رای او آں بود کہ امام المتقین مقتول نگشتہ و دراں جثہ از اجزائے الٰہی موجود است تعالی اللہ عما یقولون رعد صورت اوست و برق تازیانہ اوست

ترجمہ فارسی الملل والنحل ابن حزم ۱: ۸۸

اور ان فرقوں میں سے ایک فرقہ سبائیہ ہے یہ عبداللہ بن سبا کے اصحاب ہیں جس نے علیؓ سے کہا کہ تو تو ہے اس شقی نے حضرت علیؓ کو کہا کہ تو خدا ہے عبداللہ بن سبا پہلا شخص ہے جو امامت علیؓ کی فرضیت کا قائل ہوا اور غلو کرنے والے مختلف فرقے اسی مخذول شخص کی تعلیمات سے پیدا ہوئے اس کی رائے تھی کہ علیؓ مقتول نہیں ہوئے ان میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اجزا میں سے ایک جز موجود تھا رعد ان کی آواز ہے اور برق ان کا تازیانہ۔

۱۵۔ و قالوا ان عليا فی السحاب ان الرعد صوته والبرق سوطه ومن سمع من هؤلاء صوت الرعد قال عليك السلام يا امير المؤمنين (الفرق بين الفرق ص ۲۳۳، ابن ابی الحدید فی شرح نہج البلاغۃ ۲: ۲۰۹)

سبائیوں کا عقیدہ ہے کہ علیؓ بادل میں ہیں اور رعد ان کی آواز ہے اور بجلی ان کا کوڑا ہے۔ اور جب وہ بادل کی گرج اور بجلی کی دہاڑ سنتے ہیں۔ تو کہتے ہیں یا امیر المومنین آپ پر سلام ہو۔

اس عبارت سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ علیؓ کی امامت کا خالق عبداللہ بن سبا ہے۔
۲۔ تمام غلو کرنے والے عبداللہ بن سبا کے پیرو ہیں
۳۔ علیؓ کو مقتول نہ سمجھنے والے عبداللہ بن سبا کے معتقد ہیں
۴۔ رعد کی آواز کو علیؓ کی آواز اور بجلی کو علیؓ کا کوڑا سمجھنے والے سبائی ہیں۔

مقام پر بیان کیا جا چکا ہے۔

روى الصادق عن آبائه الطاهرين عن جابر قال لما بويع علي رضي الله تعالى عنه خطب الناس فقام اليه عبد الله بن سبا فقال له انت دابة الارض فقال له اتق الله فقال له انت الملك فقال له اتق الله فقال له انت خلقت الخلق وبسطت الرزق فامر بقتله فاجتمعت الرافضة فقالت دعه وانفه الى ساباط المدائن (تاريخ دمشق ابن عساكر مخطوط نسخة مصورة في معهد المخطوطات في جامعة الدول العربية قم و تهذيب تاريخ دمشق جلد ۷ ص ۴۳۰)	صادق اپنے آباء طاہرین سے روایت کرتے ہیں اور وہ جابر سے روایت کرتے ہیں کہ جب علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی تو انہوں نے لوگوں کو خطاب کیا۔ پس عبداللہ بن سبا نے کھڑے ہو کر کہا، آپ دابۃ الارض ہیں۔ علیؓ نے فرمایا اللہ سے ڈر۔ پھر ابن سبا نے کہا آپ فرشتہ ہیں۔ علیؓ نے پھر فرمایا۔ اللہ سے ڈر۔ اس نے تیسری بار کہا آپ مخلوق کو پیدا کرنے والے ہیں اور لوگوں کو رزق دینے والے ہیں پس علیؓ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دو مگر رافضیوں نے اکٹھے ہو کر کہا اسے چھوڑ دیجئے اور اسے مدائن کی طرف نکال دیا گیا۔

شیعوں کے چھٹے امام جناب صادق کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ

۱۔ عبداللہ ابن سبا ایک حقیقی شخصیت ہے۔

۲۔ حضرت علیؓ خلیفہ بننے کے بعد جب وعظ فرمایا تو عبداللہ بن سبا نے بھرے مجلس میں کھڑے ہو کر اپنے عقیدے کا اظہار کیا اور آنجناب کو دابۃ الارض کہا۔

۳۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ ابن سبا امیر علیؓ کی منظور نظر شہادت کے بعد

(۱۶) عبداللہ بن سبا کے متعلق مجلسی علی مازندرانی اپنی تالیف آل ابی طالب مطبوعہ بمبئی جلد ثانی صفحہ ۹۰ پر بارھویں سطر سے اس کے حالات ان الفاظ میں تحریر کرتا ہے :

24 عبداللہ بن سنان سے مروی ہے کہ عبداللہ بن سبا نبوت کا مدعی اور علی مرتضیٰ کی الوہیت کا معتقد تھا۔ پس جب امیر المومنین کو عبداللہ بن سبا کے اس عقیدے کا علم ہوا تو آپ نے اسے بلا کر دریافت کیا۔ اس نے اعتراف کیا اور کہا آپ معبود برحق ہیں۔ پس علی مرتضیٰ نے اس سے کہا افسوس ہے تجھ پر۔ شیطان تیرے سے تمسخر کرتا ہے۔ تیری ماں تیرے ماتم میں روئے اس عقیدے سے باز آجا اور توبہ کر۔ پس جب اس نے انکار کیا تو آپ نے اسے قید کر دیا تین روز تک متواتر اسے توبہ کی ہدایت کی۔ جب وہ تائب نہ ہوا تو اسے آگ میں جلا دیا۔

25 (۱۷) یہی الفاظ معمولی سے تغیر لفظی کے ساتھ علی حسین زنگی پوری نے اپنی تالیف مسائل العارفین فی شرح الاربعین مطبوعہ مطبع اثنا عشری مسید عابد علی کے صفحہ ۲۹۴ پر لکھتے ہیں اور مزید لکھا ہے کہ اس نے جہال شیعہ کی طرف رجوع کرکے امیر المومنین علی مرتضیٰ کی الوہیت کا انہیں سبق دیا اور آپ نے اسے مع اس کے متبعین کے آگ میں جلا دیا۔

۱۔ آپ نے مع اس کے متبعین کے آگ میں جلا دیا مگر کس مقام پر؟

۲۔ آپ نے اسے جلاوطن کر دیا۔ مگر کس ملک کی طرف؟

۳۔ کیا اس کے متبعین گنتی کے چند لوگ تھے جو آگ میں جلا دیئے گئے؟

۴۔ اور اگر اس کے چند ہمراہی آگ میں جلا دیئے گئے تو کوفہ، بصرہ اور مصر میں پھیلے ہوئے اس کے ہزاروں معتقدوں کا کیا ہوا؟

26 ۱۸۔ ابن سبا کے متعلق ابن عساکر نے مزید انکشافات فرمایا ہے۔ مگر اس بات کو ذہن میں رکھ کر حضرت امام جعفر کے اس ارشاد کا مطالعہ کیجئے کہ شیعیت کے نزدیک ائمہ کے ارشادات حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کے ہم پلہ ہیں جیسا کہ کسی دوسرے

موجود تھا۔ دوسرے مقام پہ مذکور روایتوں کی رُو سے وہ جمل و صفین کے معرکوں میں بھی حضرت علی رضؓ کے لشکر میں موجود تھا۔

۴۔ اس کی جلاوطنی یا اس کو جلانے کی روایات چہ معنی ؟

۵۔ حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے بھرے مجمع میں حضرت علیؓ کے عین خطبہ کے دوران وہ آپ کو دابۃ الارض کہتا ہے، پھر فرشتہ کہتا ہے، پھر مخلوق کو پیدا کرنے والا اور مخلوق کو رزق دینے والا کہتا ہے۔

۶۔ آپ اس کی ہر بات پر صرف اس قدر کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں کہ اللہ سے ڈر۔ مگر آخر میں قتل کا حکم دیتے ہیں۔

۷۔ آپ کے اس حکم پر رافضی (رافضی کے خطاب سے منہ چڑھانے والے اپنے امام صادق سے رجوع کریں۔ جنہوں نے انہیں یہ خطاب بخشا) ابن سبا کو علیؓ کے قتل کے حکم سے بچا لیتے ہیں اور وہ مدائن کی طرف بھگا دیا جاتا ہے۔

۸۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے روز اوّل میں ہی یہ بے لبسی اور مجبوری !

مگر

آپ کی اس بے لبسی اور مجبوری کو امام صادق کا ارشاد سمجھ کر ٹال نہ جایئے۔ اصول کافی طبع نولکشور لکھنؤ صفحہ ۲۳ پر حضرت علی رضؓ کے لئے وصیت کا ایک پورا باب ہے جو اللہ کی طرف سے جبرئیلؑ نبی اکرمؐ کے پاس لے کر آئے تھے اور حضور اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو بلا کر سُنائی تھی۔ چنانچہ حضرت علیؓ اپنے متعلق خود کہتے ہیں :

۱۹۔ قال امیر المؤمنین علیہ السلام تصعقت حین سمعت الکلمۃ ھذا من جبرائیل حتی سقطت علی وجھی وقلت نعم قبلت ورضیت وان انتھکت الحرمۃ وعطلت السنن وتمزق الکتاب وھدمت	حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے جبرئیل کی یہ بات سنی تو میں غش کھا کے گر پڑا۔ اور میں نے کہا کہ مجھے یہ وصیت منظور ہے میں اس پر راضی ہوں اگرچہ میری بے حرمتی کی جائے۔ سنت رسولؐ معطل ہو جائے۔ قرآن کریم کے پُرزے اُڑا

الکعبۃ وخضبت لحیتی من راسی بدم عبیطٍ صابراً محتسباً حتی اقدم علیک	دیئے جائیں خانہ کعبہ کو مسمار کر دیا جائے اور میری داڑھی میرے سر کے خالص خون سے رنگی جائے۔ میں ہر حال میں صبر کروں گا اور طالب ثواب ہونگا یہاں تک کہ جان دیکر یا رسول اللہ آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔
ثم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ والحسن والحسین واعلمھم مثل اعلم امیر المومنین فقالوا لہ مثل قولہ	پھر حضور اکرمؐ نے فاطمہؓ اور حسنؓ اور حسینؓ کو بلایا۔ ان کو وہی بتلایا جو علی رضؓ کو بتایا تھا۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔

اصول کافی کی اس روایت سے کئی نکات حل ہوتے ہیں۔ مگر بنیادی طور پر ایک نکتہ قابل توجہ ہے کہ حضرت علیؓ کو ہر ناگوار امر کے پیش آنے پر خاموش رہنے کا حکم تھا۔ اسی لئے ابن سبا کے خرافاتی کلمات پر آپ نے اُسے شہر بدر تو کر دیا مگر قتل نہ کر سکے۔ مگر معترضین کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن عمر یعنی قاتل ہرمزان مجوسی کو جسے مقتول کے بیٹے نے معاف کر دیا تھا۔ اس کے قتل کے بارہ میں اُسکے قصاص میں ابن عمر کی گرفتاری کا خیال کیسے پیدا ہو گیا۔ حالانکہ جبرائیل کے لائے ہوئے لفافے میں مندرج حکم کے مطابق قاتلین عثمان رضؓ کو آپ نے کچھ بھی نہ کہا۔

مندرجہ صدر تصریحات سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ عبداللہ بن سبا ایک چلتا پھرتا انسان تھا مگر چند امور کچھ پیچیدہ سے ہو گئے ہیں۔ مثلاً

۱۔ حضرت علیؓ نے اُسے معہ اس کے حواریوں کے جلا دیا تھا۔

۲۔ آپ نے اسے جلاوطن کر دیا تھا۔

۳۔ اس نے آپ کو خود رُو رب کہا۔ اور مخلوق کا رازق کہا۔

۴۔ اس نے کہا کہ علیؓ بادل میں ہیں۔ رعد ان کی آواز ہے اور بجلی انکا کوڑا ہے۔

۵۔ علی رضؓ جب تک زمین کو عدل و انصاف سے نہیں بھریں گے وہ قتل نہیں ہونگے

نہ مریں گے۔

۶۔ علیؓ وصی رسولؐ ہیں۔

۷۔ علیؓ دابۃ الارض ہیں۔

۸۔ اصحاب ثلاثہؓ بلکہ تمام صحابہؓ سوائے تین کے منافق تھے اور نبیؐ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

۹۔ علیؓ اپنی خلافت میں بالکل ناکام رہے۔

اب ان تمام باتوں میں سے سچی کون سی بات ہے۔ ان تمام ۔۔۔۔ کا تجزیہ کوئی مجتہد العصر والزمانؒ یا کوئی آیت اللہ روح اللہؒ ہی فرما سکتے ہیں۔ ہمارا کام تو صرف اس قدر تھا کہ "عبداللہ بن سبا" کی شخصیت کو فرضی نہیں بلکہ حقیقی شخصیت ثابت کر دکھائیں۔ سو اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہم نے عبداللہ بن سبا کو شیعہ مذہب کی کتب سے حقیقی شخصیت ثابت کر دکھایا ہے۔

۱۰۔ شیخ عبدالقادر جیلانی متوفی ۵۶۱ھ اپنی شہرہ آفاق تالیف غنیۃ الطالبین میں عبداللہ بن سبا کے متعلق لکھتے ہیں۔

واما السبائیۃ فمنسوبۃ الی عبد اللہ بن سبا من دعوٰھم ان علیا لم یمت وانہ یرجع قبل یوم القیامۃ

فرقہ سبائیہ عبداللہ بن سبا کی طرف منسوب ہے ان کا قول ہے کہ حضرت علیؓ فوت نہیں ہوئے۔ اور قیامت سے قبل تشریف لائیں گے۔

اقول :

ابن سبا کے عقاید کے متعلق قارئین کا کشمکش و پیچ میں پڑنا ایک یقینی امر ہے سیدنا علیؓ نے اپنے متعلق خود ارشاد فرمایا ہے۔

۱۱۔ قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیھلک فی صنفان محب مفرط یذھب بہ الحب الی غیر الحق

سیدنا علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ دو گروہ جلد ہلاک ہوں گے مجھ سے حد سے زیادہ محبت کرنے والے ان

ومبغض مفرط یذھب بہ البغض الی غیر الحق وخیر الناس فی حالا النمط الاوسط فالزموہ والزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ

شرح نہج البلاغۃ
جلد ۲
صفحہ ۳۰۶

کو ان کی محبت غیر حق کی طرف لے جانے والی ہو گی اور میری ذات کے ساتھ حد سے زیادہ بغض رکھنے والے جنہیں ان کا بغض غیر حق کی طرف لیجانے والا ہو گا۔ اور بہترین لوگ وہ ہیں۔ جنہوں نے درمیانہ راستہ اختیار کیا ہے اور اسے لازم پکڑا ہے اور وہ سواد الاعظم ہیں اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

سیدنا علیؓ کے اس ارشاد کا مطلب واضح ہے کہ ایک گروہ نے آنجناب کی ذات کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کا اظہار کیا۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ یہی لوگ محب مفرط ہیں۔ جو سبائیت کے نخچیر ہیں اور دوسرے گروہ نے آنجنابؓ سے اس حد تک بغض کیا۔ کہ آپ کو رو در رو کافر تک کہنے سے گریز نہ کیا۔ یہ لوگ خوارج کے نام سے موسوم ہوئے۔

اور تیسرا گروہ جو آپ کو حضور اکرمؐ کے صحابہ کرامؓ میں سے ایک صحابی سمجھتا ہے اور اس کا اس بات پر ایمان ہے کہ آپ حضور اکرمؐ کے چچا زاد بھی تھے اور داماد بھی۔ بدری بھی تھے اور عشرہ مبشرہ میں سے بھی ایک اور بیعت رضوان میں شامل تھے۔ الحمد للہ کہ یہی گروہ نمط الاوسط ہے۔ اور آج دنیا بھر میں اہل سنت والجماعت کے نام سے موسوم ہے۔

مبغض مفرط تو پہلے دن ہی الگ ہو گئے۔ ان کا پہلا جیش نہروان کے مقام پر قتل ہوا۔ اس کے بعد وہ اٹھتے رہے، کٹتے رہے، مرتے رہے اور تقریباً ایک صدی تک مسلمانوں کے لئے وبال جان بنے رہے۔ آتش و آب کا یہ بے مثال مرکب حقیقی معنوں میں اپنے عقاید میں محب مفرط تھا۔ مگر سیدنا علیؓ کی ذات کے لئے مبغض مفرط۔ آج اس بھری دنیا میں صرف عمان میں انکی آبادی چند لاکھ ہو گی۔

پہلے گروہ محب مفرط کے متعلق مجھے یہاں کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ بظاہر یہ لوگ محب مفرط ہیں مگر بہ باطن، خوارج سے بھی دو ہاتھ آگے۔ انہوں نے بڑے معصومانہ انداز میں حضرت علیؓ کی سیرت کا جو نقشہ کھینچا ہے اُسے پڑھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ابوالفرج اصفہانی کوئی ذات شریف ہوئے ہیں جو ۲۸۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۳۵۶ میں آنجہانی ہو گئے۔ ان کی ایک مایہ ناز کتاب کا نام ہے مقاتل الطالبین لفظ طالبین میں جو ہجو ملیح پوشیدہ ہے افسوس کہ آج تک کوئی علی کا محب اس ہجو کو نہ سمجھ سکا۔ ابو الفرج ایک تبرا

طالب، عبد مناف بن عبد المطلب کا بڑا بیٹا تھا جس کے نام پر آپ کی کنیت ابوطالب تھی۔ طالب، بدر میں کفار کے لشکر میں تھا۔ وہاں قتل ہوا یا بعد میں کہیں مرا۔ بہر حال وہ سعادتِ اسلام سے محروم رہا۔ ابوطالب کے تین بیٹے سیدنا عقیلؓ ص 80 سیدنا جعفرؓ اور سیدنا علیؓ ایمان لائے۔ مگر ابوالفرج نے علیؓ کی تمام اولاد کو طالب کی اولاد بنا کر رکھ دیا اور کتاب کا نام ہی طالبین کے مقاتل رکھا۔ شیعہ مذہب میں نساب کی مشہور کتاب عمدۃ الطالب ہے وہاں بھی یہی ستم ظریفی روا رکھی گئی۔

ابوالفرج مشہور شیعہ وزیر اعظم معز الدولہ کا درباری تھا۔ کان ابو الفرج امویا شیعیا صفحہ ۴ سطر ۷ مقاتل الطالبین۔ ابوالفرج نسباً اموی تھا اور مسلکاً شیعہ تھا۔

قطع نظر تفصیلات کے اس کی زبان سے سیدنا علیؓ کا حلیہ ہی سن لیجئے

علیؓ کا حُلیہ :

۱۔ وکان علیہ السلام اسمر مربوعاً وھو الی القصر اقرب ۔ 30	سیدنا علی کا رنگ گندمی ۔ قد نہایت پست۔
عظیم البطن، دقیق اصابع ۔	پیٹ بڑا ۔ انگلیاں پتلی
غلیظ الذراعین حمش الساقین	گندے بازو ۔ ٹیڑھی پنڈلیاں ۔
عظیم اللحیۃ اصلع ناتی الجبہۃ	بڑی ڈاڑھی ۔ گنجا ابھرا ہوا ماتھا ۔

مقاتل الطالبین صفحہ ۲۷ ۔ سطر ۷ - ۸

۱۔ منکب شدید الانکباب کانہ کسر ثم جبر عظیم اللحیۃ قد ملئت صدرہ من المنکب الی المنکب اذا المنی ثقیل العینین دقیق الساقین اصلح عظیم الصلع فی راسہ شعر الا فی موخرہ کثیر الشعر لحیہ	31 کندھے جھکے ہوئے جیسے (ریڑھ کی ہڈی) ٹوٹ کر جڑی ہو۔ بڑی ڈاڑھی جس نے ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک ڈھانپ رکھا تھا۔ ابھری ہوئی غلیظ آنکھیں۔ کمزور پنڈلیاں بالکل گنجے صرف سر کے پچھلے حصے پر چند بال۔ ڈاڑھی نہایت گھنی۔

(الفصل فی الملل والاھواء والنحل ابن حزم باب ذکر شنع الشیعہ ۴، ۱۷۹
جلد ۴ ۔ صفحہ ۱۷۹)

اور اسی پر صبر نہ کیا بلکہ سیدنا علیؓ کی اپنی زبان سے خیبر کے موقع پر ایک شعر بھی کہلوا دیا۔

32 ۲۔ انا الذی سمتنی امی حیدرہ کلیث غابات کریہ المنظر

میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے ۔ میں جھاڑیوں کے شیروں جیسا کریہہ المنظر چہرہ رکھتا ہوں۔

سیّدہ فاطمہؓ کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے :

33 ۱۔ سیّدہ فاطمہؓ، نبی علیہ السلام سے عرض کرتی ہیں بابا جان! زنان قریش مجھے طعنہ کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ تمہارے باپ نے مرد پریشان کے ساتھ تزویج کیا۔ (ترجمہ جلاء العیون جلد ۲ صفحہ ۶۵ سطر ۱۱)

34 ۲۔ پدر بزرگوار! شوہر میرا نیک ہے ۔ لیکن زنانِ قریش میرے پاس آئیں اور کہا حضرت رسولؐ نے تجھے ایسے شخص سے تزویج کیا جو پریشان حال اور کچھ مال اس کے پاس نہیں (ایضاً جلد ۱ صفحہ ۱۷۹ سطر ۳)

35 جناب فاطمہؓ نے کہا میرا اختیار آپ کو ہے لیکن زنان قریش کہتی ہیں علیؓ

بزرگ شکم اور بلند دست ہیں اور بندہائے استخوان گندہ ہیں آگے سر کے بال نہیں
آنکھیں بڑی ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلس ہیں۔ (جلاء العیون جلد اصفحہ ۱۸۰ سطر ۱۷ صفحہ ۱۸۱ سطر ۱)

36 ۲۶ - اور پھر اسی پہ اکتفا نہیں کیا بلکہ سیدہ فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کو بھی معاف
نہ کر سکے۔ کتاب الاختصاص ملا باقر مجلسی اپنی تالیف بحار الانوار کے کتاب الفتن
کے صفحہ ۱۰۱ پہ بڑی طویل روایت لائے ہیں کہ حضرت علیؓ اپنی زوجہ سیدہ فاطمہؓ
کو گدھے پہ سوار کر کے حسنین کو ساتھ لے کر چالیس دنوں تک انصار کے دروازوں پہ پھراتے رہے

37 ۲۷ - معمولی سے لفظی تغیر کے ساتھ جلاء العیون جلد اصفحہ ۲۰۱ پہ یہی روایت موجود
ہے ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

یہ چند باتیں ضمنی طور پہ درمیان میں آگئی ہیں۔ دراصل میں بتانا چاہتا تھا۔
کہ ابن سبا کی طرف منسوب مختلف کلمات کا مطلب کیا ہے ؟

پہلی بات یہ کہ ایک سچا مسلمان یہ ماننے کے لئے تیار ہی نہیں کہ سیدنا
علیؓ کو رودررو ایک آدمی نے رب کہا ہو، دابۃ الارض کہا ہو، مخلوق کا رازق
کہا ہو اور آپ نے اُسے معاف کر دیا ہو۔ آپ فوراً اسے قتل کرا دیتے۔ رہا اُس
کے جلائے جانے کا مسئلہ تو اس غیر شرعی سزا کا صدور بھی سیدنا علیؓ سے ناممکن ہے۔

دوسری بات : ابن سبا نے بصرہ کے لوگوں سے کچھ کہا، کوفہ کے
لوگوں کے سامنے کچھ بیان کیا۔ مصر میں جا کر کچھ اور کہا۔ کسی کے سامنے سیدنا علیؓ
کے متعلق وصایت کی اختراع پیش کی۔ کسی مقام پہ آپ کے متعلق کہا کہ
آپ جب تک زمین کو عدل سے نہیں بھریں گے آپ فوت نہیں ہوں گے۔
آپ بادلوں میں زندہ موجود ہیں کسی مقام پہ کہا کہ خلفاء ثلاثہ غاصب تھے۔
اور علیؓ خلیفہ بلافصل تھے۔ یعنی جس مقام پر جس قسم کے عقائد کی ضرورت محسوس
کی کہتا رہا۔ اور ہر مقام کے لوگ اپنے عقاید میں پختہ ہوتے رہے سالوں بعد جب
دنیائے شیعیت کی تاریخ مرتب کرنیوالے میدان میں آئے تو اپنے اپنے آموختہ کے مطابق وہی کچھ صفحہ قرطاس
پر بکھیرتے چلے گئے اور یہ سب کچھ آج تک ایک نظریہ ایک خیال اور ایک نشان منزل کی دعوت اختیار کر گیا

امام ابوحنیفہ اور ابن خلدون

عبداللہ ابن سباء کے متعلق سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کا فیصلہ کن قول 38

عبد الله بن سبا کان یهودیاً	عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اور
فاسلم ایام عثمان وهو	سیدنا عثمانؓ کے زمانہ میں ایمان لایا اس
الذی حمل اهل مصر	نے مصر کے لوگوں کو سیدنا عثمانؓ کے
علی قتل عثمان و اظهر	قتل پہ ابھارا اور سیدنا علیؓ سے محبت
المیل الی علی و کان	کا میلان ظاہر کیا۔ وہ باطن میں خبیث
خبیث الباطن غرض الفساد	تھا اور اس کا مقصد مسلمانوں کے درمیان
بین المسلمین (مسند امام اعظم ص ۱۵۸)	فساد پیدا کرنا تھا۔

ابن خلدون کہتا ہے : عبداللہ بن سبا معروف بابن السوداء یہودی مذہب کا پابند تھا 39
زمانہ خلافت امیر المومنین عثمانؓ میں مدینہ آ کر بطمع مال و زر ایمان لایا۔ مگر پکا و سچا دیندار نہ ہوا لوگوں کو
در پردہ اہل بیت کی محبت کے پیرائے میں امیر المومنین عثمانؓ و شیخینؓ کے برخلاف جھوٹے معائب کی تعلیم دیتا
رہا۔ اہل بصرہ جب اس خباثت سے مطلع ہوئے تو انہوں نے اسے نکال باہر کیا۔ کوفہ پہنچا جب وہاں
سے بھی شہر بدر کیا گیا شام میں آیا اور شام سے بدر ہو کر مصر میں آ پہنچا۔ امیر المومنین حضرت
عثمانؓ پر اکثر طعن کرتا اور خفیہ طور سے اہل بیت کو دعوت دیتا اور کہتا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پھر واپس آئیں گے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ واپس آئیں گے۔ اور علیؓ بن ابی طالب وصی
رسول اللہ ہیں۔ عثمانؓ اور ان کے پیشرو ابوبکرؓ اور عمرؓ نے بھی جبراً و غصباً بغیر کسی
استحقاق کے خلافت لے لی ہے۔ اور امیر المومنین عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف
برانگیختہ کرتا اور ان کو طعن و تشنیع سے یاد کرتا تھا حتیٰ کہ بعض بعض شہروں میں اکثر
عوام الناس ان باتوں کی طرف مائل ہو گئے۔ اور ایک دوسرے سے اس بابت خط و کتابت
کرنے لگے۔ اسی گروہ کے ساتھ خالد بن ملجم، سودان بن حمران، کنانہ بن بشر وغیرہم تھے۔
پس ان لوگوں نے عمارؓ کو مدینہ جانے سے روک دیا ۔

——— (۰) ———

مستشرقین اور عبداللہ بن سبا

مستشرقین جو سب کے سب غیر مسلم تھے اور انہیں شیعہ سنّی معتقدات سے کوئی غرض نہیں تھی بلکہ شیعہ سنّی اختلافات پر اُن کی نظر ہمیشہ غیر جانبدارانہ رہی انہوں نے اسلام اور اس کے معتقدات کو جہاں بھی اپنی تنقید کا نشانہ بنایا یا اپنے بغض باطن کے پھپھولے پھوڑے شیعہ سنی اختلافات سے ماوریٰ رہ کر مجموعی طور پر صرف اسلام کو اور اسلام کے ان فوجی جرنیلوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا جو ان کی سلطنتوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرنے کا سبب بنے اور یہ امر ظاہر ہے کہ فتوحات کے ضمن میں خلفائے ثلاثہ کے بعد صرف اور صرف بنوامیہ ہی ان کے حریف رہے - اور امویوں کے دَورِ خلافت میں ہی مسلمان ایک پرچم تلے جمع رہے - مگر خلافت جب امویوں سے چھن کر عباسیوں کے قبضے میں آئی جنہیں ہم ہاشمی کہہ سکتے ہیں وہ اپنی عظیم الشان طاقت کے باوجود کبھی بھی سارے مملکت اسلامیہ کے حکمران نہ بن سکے - وہ والی جو بنوامیہ کے زمانہ میں طاقت حاصل کر چکے تھے اس ہنگامہ آرائی میں خود مختار بن گئے - چنانچہ اندلس نے کبھی ان کی سیادت تسلیم نہ کی - مصر کے علاوہ تمام افریقی علاقہ برائے نام ان کا مطیع تھا - مشرق میں مرورِ زمانہ کے ساتھ کئی نئی بادشاہتیں قائم ہوگئیں - ہم خلافتِ عباسیہ کو اسلامی مملکت کا نمائندہ تو کہہ سکتے ہیں مگر اس قسم کا حکمران تسلیم نہیں کر سکتے جس طرح بنوامیہ تھے - گویا بنوامیہ کے دورِ خلافت میں عیسائیت کو جس قدر زک اٹھانا پڑی اس کا عشر عشیر بھی خلافتِ عباسیہ میں نظر نہیں آتا -

اس قسم کے حالات و واقعات کے نتیجہ میں مستشرقین کی ہمدردیاں لازماً ان لوگوں کے ساتھ ہونا لابدی تھیں جن سے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا وہ خلفائے

بنوامیہ کے ہاتھوں بار بار پٹتے اور زک اُٹھانے کے باوجود حقائق کو نظر انداز نہ کر سکے -

عباسیوں اور امویوں کے علاوہ جب "نام نہاد فاطمیین" نے مصر میں "خلافت فاطمیین مصر" کا کوس بجایا تو ان کی ہمدردیاں تمام تر عیسائی حکمرانوں کے ساتھ تھیں - اور تمام مخالفتیں مسلمان حکمرانوں کے لئے وقف تھیں -

ان حالات میں مستشرقین کی ہمدردیاں شیعیت کے ساتھ ہونی چاہئیں تھیں مگر وہ لوگ تاریخ نویسی کا حق پہچانتے تھے - انہوں نے جو کچھ لکھا واقعات کی روشنی میں لکھا گویا انھوں نے تاریخ نویسی کا حق ادا کر دیا - آج عبداللہ بن سبا کو ایک فرضی شخصیت قرار دینے کی مہم چل نکلی ہے مگر ان عقل سے پیدل نام نہاد خود ساختہ محققین کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مستشرقین نے عبداللہ بن سبا کے متعلق کیا لکھا ہے - وہ کون تھا - کیسے اور کیوں مسلمان ہوا - اس نے اسلام میں کس قسم کے اعتقادات کو شامل کرنے کی کوششیں کیں اور وہ ان میں کس حد تک کامیاب ہوا - یہ سب کچھ شیعہ مذہب کی امہات الکتب کے بعد مستشرقین کی تاریخوں سے ملے گا - اب میں چند مستشرقین کی تالیفات سے ابن سبا کا تعارف پیش کرنا چاہتا ہوں

(۱)

مشہور اسلام دشمن متعصب عیسائی مورخ ولیم میور جو کافی عرصہ یوپی کا گورنر رہا - اپنی شہرہ آفاق تالیف الخلافت اس کا عروج انحطاط اور زوال کے صفحات ۲۱۶ - ۲۱۷ پر لکھتا ہے -

Ibn 'Amir had been now three years governor of Al-Basra, when Ibn Saba' (or, as he is commonly called, Ibn as-Sauda), a Jew from the south of Arabia, appeared there, and professed the desire to embrace Islam. It soon appeared that he was steeped in disaffection towards the existing government,—a firebrand of sedition; as such he was expelled successively from Al-Basra, Al-Kufa, and Syria but not before he had given a dangerous impulse to the already discontented classes there. At last he found a safe retreat in Egypt, where he became the setter forth of strange and startling doctrines. Mohammad was to come

again, even as the Messiah was. Meanwhile 'Ali was his legate.[1] 'Othmān was a usurper, and his governors [illegible] of godless tyrants. Impiety and wrong were rampant every[illegible]

[1] What led Ibn as-Saudā (whose name means 'son of the [illegible] woman,' his mother being a negress) to entertain transcendental [illegible] of 'Ali does not appear; and indeed the notices of an 'Abd [illegible] this period sound somewhat anticipatory and unreal. [illegible]

where; truth and justice could be restored no otherwise than by the overthrow of this wicked dynasty. Such was the preaching which daily gained ground in Egypt; by busy correspondence it was spread all over the Empire, and startled the minds of men already foreboding evil from the sensible heavings of a slumbering volcano.

ابن عامر کو بصرہ کی گورنری پر فائز ہوئے تین سال ہوئے تھے کہ وہاں ابن سبا جسے عرفِ عام میں ابن السودا کہا جاتا ہے نمودار ہوا۔ وہ عرب کے جنوبی علاقہ کا ایک یہودی تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا۔ لیکن بہت جلد یہ حقیقت سامنے آگئی کہ وہ اصل میں حکومت وقت کے خلاف شدید باغیانہ خیالات رکھتا تھا۔ بلکہ وہ ایک مجسم بغاوت تھا۔ چنانچہ اس کے ایسے باغیانہ خیالات کی وجہ سے بصرہ کوفہ اور دمشق سے پے درپے جلا وطن کیا جاتا رہا۔ انجام کار اُسے مصر میں گوشۂ عافیت میسّر آگیا اور یہاں بیٹھ کر اس نے عجیب و غریب بلکہ ہوشربا اور اسلام سے سراسر خلاف عقائد کی اشاعت شروع کی۔ مثلاً

۱۔ حضرت عیسیٰؑ کی طرح محمد رسول اللہؐ بھی دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے۔

۲۔ حضرت علیؓ اس وقت حضور اکرمؐ کے وصی، وارث یا جانشین ہیں۔

۳۔ حضرت عثمان (نعوذ باللہ) غاصب ہیں۔

۴۔ جب تک موجودہ حکومت کا قلع قمع نہیں کیا جائے گا اُس وقت تک صداقت اور عدالت کا قیام ناممکن ہے

۵۔ مصر میں ان عقائد کو بہت جلد مقبولیت حاصل ہو گئی۔

۶۔ اس نے مصر میں بیٹھ کر تمام اسلامی ممالک میں خفیہ خط و کتابت شروع کر دی۔

۷۔ اس کی شیطانی تعلیمات سے تمام اسلامی مملکت میں اس کے کافی ہمنوا پیدا ہو گئے۔

(۲)

پروفیسر نکلسن اپنی تالیف "عربوں کی تاریخ" کے صفحہ ۲۱۵ پر شیعیت کی تعریف کرتے ہوئے عبداللہ بن سبا کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

Now, the Shi'ite theory of Divine Right certainly harmonised with Persian ideas, but was it also of Persian origin? On the contrary, it seems first to have arisen among an obscure Arabian's sect, (the Saba'ites, whose founder, 'Abdullāh b. Saba [illegible]perly, Sabā'), was a native of Ṣan'ā in Yemen, and is s[illegible] to have been a Jew.[2] In 'Uthmān's time he turned Moslim and became, apparently, a travelling missionary. "He went from place to place," says the historian, "seeking to lead the Moslems into error."[3] We hear of him in the Ḥijāz, then in Baṣra and Kūfa, then in Syria. Finally he settled in Egypt, where he preached the doctrine of palingenesis (raj'a). "It is strange indeed," he exclaimed, "that any one should believe in the return of Jesus (as Messias), and deny the return of Muhammad, which God has announced (Kor. xxviii, 85).[5] Furthermore, there are a thousand Prophets, every one of whom has an executor (waṣī), and the executor of Muhammad is 'Alī.[4] Muhammad is the last of the Prophets and 'Alī is the last of the executors." Ibn Sabā, therefore, regarded Abū Bakr, 'Umar, and 'Uthmān as usurpers. He set on foot a widespread conspiracy in favour of 'Alī, and carried on a secret correspondence with the disaffected in various provinces of the Empire.) According

The Saba'ites.

Doctrine of Ibn Sabā.

[1] Wellhausen thinks that the dogmatics of the Shi[illegible] are derived from [illegible]

اب شیعہ مفروضہ خدائی حق یقیناً ایرانی تصوّر کے ساتھ مطابقت رکھتا تھا۔ لیکن کیا یہ واقعی ایرانی پیداوار تھا۔ برخلاف اس کے یہ تصوّر ایک غیر معروف عربی فرقے

سبائی ہیں پیدا ہوا جو فرقہ سبائی کہلاتا تھا۔ اس فرقے کا بانی عبداللہ بن سبا تھا۔ جو یمن کے علاقے صنعا میں پیدا ہوا۔ اور حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ میں مسلمان ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ یہودی تھا وہ چلتا پھرتا مبلغ بن گیا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ کبھی سُنا جاتا کہ وہ حجاز میں ہے، کبھی بصرہ میں، کبھی کوفہ میں اور کبھی شام میں۔ مگر وہ مستقل طور پر مصر میں قیام پذیر ہو گیا اور رجعت کے خیالات کا پرچار شروع کیا۔ اس نے اظہار کیا کہ جو کوئی عیسیٰؑ کی واپسی پر اس کے مسیحا ہونے پر ایمان رکھے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کا انکار کرے (قرآن ۸۸-۸۵) یہ عجیب بات ہے اس کے علاوہ ایک ہزار نبی اور بھی ہیں جن کے وصی تھے اور آنحضورؐ کے وصی علیؓ ہیں۔ چونکہ محمدؐ آخری نبی تھے اس لئے علی آخری وصی ہیں۔ اسی وجہ سے ابن سبا حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کو غاصب قرار دیتا تھا۔ ابن سبا نے حضرت علیؓ کے حق میں ایک سازش کا آغاز کیا۔ اور مملکت کے مختلف صوبوں میں غیر مطمئن لوگوں سے خفیہ خط و کتابت شروع کر دی۔

۱۔ فرقہ سبائیہ کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔
۲۔ اس نے بصرہ، کوفہ اور شام کا چکر لگاتے ہوئے مصر میں مستقل قیام اختیار کیا
۳۔ رجعت کے عقیدے کا بانی عبداللہ بن سبا تھا۔
۴۔ حضرت علیؓ کو حضور اکرمؐ کے وصی کہنے کی اختراع عبداللہ بن سبا کے ذہن کی پیداوار ہے۔
۵۔ صحابہ ثلاثہ رضؓ پر سب و شتم کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ وہ ان حضراتؓ کو غاصب کہتا تھا۔
۶۔ ابن سبا نے خفیہ خط و کتابت کے ذریعے خلافت اسلامیہ کے تمام صوبجات میں انتشار کی سی کیفیت پیدا کر دی۔

(۳)

قرن عشرین دائرۃ المعارف میں ہے:

عبداللہ ابن سبا نے کہا کہ حضرت علیؓ میں خدا حلول کر لیا ہے اس لحاظ سے امامت کا حق صرف علیؓ کو پہنچتا ہے نہ کہ حضرت عثمانؓ کو۔ بہرحال حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں موروثی جانشینی کا نظریہ جڑ پکڑنے لگا اور اس نظریہ کے حامیوں نے اس کو مدلل بنانے کی غرض سے مختلف دینیاتی اور فلسفیانہ استدلالات پیش کئے۔ (قرن عشرین دائرۃ المعارف جلد ۳ تحت لفظ الخلافت صفحہ ۲۶ بحوالہ دعوت عباسیہ)

(۴)

الابانہ عن اصول الدیانہ کا ڈاکٹر والٹر سی کلین WALTER C KLEIN P.H.D, T.H.D نے عربی سے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ جو ۱۹۴۰ء میں طبع ہوا تھا۔ ترجمہ سے پہلے ڈاکٹر کلین نے ایک طویل مقدمہ لکھا ہے۔ مقدمہ کے صفحہ ۷-۸ پر لکھتا ہے:

'Abdallāh ibn Sabā', a converted Jew, had hailed 'Alī with the words, "Thou art Thou," meaning.

[13] Ibid. 102. 103. [14] Qur'ān 6. 70. [15] Ibid. 2. 200. [16] Ibid. 2. 203.

8 *Al-Ibānah 'An Uṣūl Ad-Diyānah*

"Thou art God," and 'Alī had banished him for what must have seemed to him a blasphemous assertion. 'Abdallāh's followers, however, believed that 'Alī was not dead, but would return to fill the world with righteousness, and that a divine particle resided in him and was handed down by transmigration (*tanāsuḫ*) to his successors in the imāmate. From such beginnings grew the bizarre doctrines of the Šī'ites. We must extend our digression to include a concise sketch of them.

عبداللہ بن سبا نو مسلم یہودی نے جب حضرت علیؓ سے ملاقات کی تو ان سے یہ کہہ کر مخاطب ہوا انت، انت۔ یعنی تو ہے۔ تو ہے اور اس جملے سے اس کا

مطلب تھا کہ تو خدا ہے۔ یہ سنکر حضرت علیؓ نے اسے جلاوطن کر دیا۔ کیونکہ ان کی رائے میں یہ جملہ کفر صریح تھا۔ لیکن عبداللہ بن سبا کے پیروؤں کے دلوں میں یہ عقیدہ جاگزیں ہو چکا تھا کہ علی اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ نیز یہ کہ حضرت علیؓ کے اندر الوہیت کا ایک جزو حلول کر گیا ہے اور یہ جزو الوہیت بصورت تناسخ ارواح ان کے جانشینوں (اثنا عشریہ کے نزدیک یازدہ آئمہ ہیں اور اسماعیلیہ کے نزدیک قیامت تک ان کے جانشین ہیں) درجہ بدرجہ منتقل ہوتا رہے گا۔

چند سطور چھوڑ کر گبن لکھتا ہے کہ شیعیت کے نزدیک رسالت سے امامت کا مقام بلند ہے۔

(Sī'ism produced a new interpretation of Islām. Muḥammad, while accepting a certain measure of adulation, had never suffered his admirers to lose sight of his humanity, and his followers had, indeed, sometimes questioned his judgment and opposed him.[18] The Sī'ite *imām* was fundamentally different; he was a divinity, or the abode of a divine spirit, and possessed immunity from both sin and error. The mainspring of the Prophet's religion—originally, at least—was his conviction of an impending judgment and of the reality of paradise and hell.)

شیعہ ازم نے اسلام کی ایک نئے طریقے سے تشریح کی۔ کہ محمدؐ جو کسی حد تک خوشامد پسند تھے۔ یہ کبھی گوارا نہیں کیا کہ ان کے پیروکار انسانیت کی بھلائی سے چشم پوشی کریں حتی کہ ان کے پیروکاروں نے بعض دفعہ ان کے فیصلوں پر بھی اعتراض کئے۔ شیعہ ازم کا بنیادی طور پر ان سے اختلاف تھا وہ ایسی الوہیت کے قائل تھے جس کا مقام ایک پاک روح میں ہو جس سے کسی قسم کا گناہ یا غلطی سرزد نہیں ہو سکتی (لیکن) محمدؐ کے دین کی بنیاد اس عقیدہ پر تھی کہ جنت اور دوزخ ایک حقیقت ہے۔

اس عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہے یعنی شیعوں کے آئمہ معصوم عن الخطا اور ان کے شیعہ ایک نجات یافتہ گروہ ہیں۔ مگر حضور اکرمؐ کے ماننے والوں کے لئے جنت کیساتھ جہنم بھی ہے۔

شیعہ ← جنتی
آپ کو ماننے والے ← جنت کے ساتھ جہنم بھی ہے

(۵)

ڈاکٹر جے این ہالسٹر اپنی مشہور تالیف شیعان ہند صفحہ ۱۵ پر لکھتا ہے:

(The earliest explict propaganda in his favour is connected with 'Abdullah ibn Saba'. He was a native of San's in Yemen, and a Jew. During the Khilafat of 'Usman he became a Muslim and travelled widely preaching the return of Muhammad, while meantime his wasi, or was present, as had been true for every prophet. He opened a campaign on behalf of 'Ali suggesting that Abu Bakr, 'Umar and 'Usman were usurpers, since the divine spirit which had dwelt in Muhammad had passed to 'Ali. His travels took him to the Hejaz, Basra, Kufa, Syria and Egypt.)

حضرت علیؓ کے حق میں عبداللہ بن سبا نے سب سے پہلے پروپیگنڈہ شروع کیا۔ وہ صنعا کا یہودی تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ایمان لایا اور مختلف شہروں میں جا کر ان عقائد کی تبلیغ کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے وصی ہیں۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ خلفائے ثلاثہ (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ) نعوذ باللہ غاصب ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے اندر جو الوہیت تھی وہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی ذات میں منتقل ہو گئی۔ جو لوگ حضرت عثمانؓ سے ناخوش تھے انہوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہا۔ اس نے حجاز، بصرہ، کوفہ، شام اور مصر کا سفر کیا۔

۱۔ علی کے حق میں سب سے پہلا پروپیگنڈہ کرنے والا صنعا کا نومسلم یہودی عبداللہ بن سبا ہے۔

۲۔ حضور اکرمؐ کے متعلق سب سے پہلے عبداللہ بن سبا نے رجعت کا عقیدہ پھیلایا۔

۳۔ اصحابہ ثلاثہؓ کو اسی نے سب سے پہلے غاصب خلافت کہا۔

۴۔ حضور اکرمؐ کے متعلق کہتا تھا کہ آنحضرتؐ میں الوہیت تھی اور آنحضرتؐ کی

نعرہ غوثیہ، نعرہ پنجتنی، نعرہ رسالت، نعرہ حیدری، وغیرہ

وفات کے بعد وہ الوہیت علیؓ میں منتقل ہو گئی۔

(۶۲)

ڈوائیٹ ایم ڈونالڈسن Dweight. M. Donaldson

کی شہرہ آفاق تالیف The Sheit-Religion of Islam

شیعہ مذہب کے چھٹے حصے کے چوتھے باب کے صفحہ ۴۱-۴۲ سے عبداللہ بن سبا کے حالات پیش کرتا ہوں۔

ایم ڈونالڈسن لگاتار ۱۶ سال ایران کے مشہور شہر مشہد میں مقیم رہا۔ مولف نے اس تالیف کی تیاری میں جن کتب سے استفادہ حاصل کیا ان کی فہرست ۱۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ جن میں تفاسیر، احادیث، تاریخ، جغرافیہ، سوانح، حالات آئمہ، علم کلام، ادعیہ اور زیارات پر مشتمل تمام کتب شامل ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں لیوزک کمپنی لندن Luzac Publishers London نے شائع کی۔

The earliest traditions show that Ali's claims to the caliphat[e] were not regarded by his friends and supporters as merely politica[l] aspirations, but as his divine right. The teaching and agitatio[n] of a comparatively obscure figure in the history of Islam ha[d] much to do with the rise and spread of this point of view. As early as the caliphate of Uthman, an itinerant preacher named

Abd Allah ibn Saba' had traveled widely throughout the empire. As Tabari says, "seeking to lead the Moslems into error." According to Wellhausen he was said to have been a Jew befor[e] he became a Muhammadan. Originally, he had come from Sana in the Yemen, and he had worked in the Hijaz and in the ne[w] cities of al-Basra and Kufa, and had afterwards journeyed [to] Syria, and had ultimately settled in Egypt. In Egypt he h[ad] taken a leading part in the conspiracy in favour of Ali, and he declared that Abu Bakr and Umar and Uthman were usurper[s]. The malcontents during Uthman's caliphate had been in secre[t] correspondence with Ibn Saba', and he had accompanie[d] the

troops marche[d] [fr]om Egypt to Medina immediately before the m[urder] of Uthman.[1] Ibn Sa'd makes only the remark that he was [one] of the readers of the Koran who accompanied Ali.[2] Mirkhon[d], in the Rauzatu's-Safa,[3] relates that this Jewish priest came to [M]edina and made a profession of the Muhammadan faith with the [h]ope that Uthman would respect and hono[ur] him. He met, however, with disappointment, and soon began to associate with tho[se] who were dissatisfied, and he did not hesitate to openly censure Uthman's administration. Finally, Uthman asked, "Who is this Jew, after all, that I should bear all this from him?" and gave orders that he should be compelled to leave Medina. Then it was that he went to Egypt where he was an active conspirator against Uthman.

Part of the text of the protest of Ibn Saba' was that it is a saying of the Christians that Jesus will return, descending from heaven to earth. If, therefore, Muhammad is to be considered superior to Jesus, he is more likely to return first, especially in the light of the verse in the Koran (xxviii. 85), "Verily he who hath given thee the Koran for a rule will certainly bring thee back home."

But another of his teachings that was more immediately influential was that every prophet has a *wasi* (executor or plenipotentiary) and that Ali was the wasi of Muhammad, and had indeed been so designated by him. When the people had disregarded the wish of Muhammad, they had therefore committed a palpable injustice to Ali. It became necessary, accordingly, for all the people to champion Ali's divinely sanctioned rights and to obey him implicitly. In fact, the extreme or *ultra* Shi'ites (Ghul'at), who went so far as to claim that Ali was himself divine, have been said to have derived this conception also from Ibn Saba',[4] who taught "that the Divine Spirit which dwells in every prophet, and passes successively from one to another, was

[1] Nicholson, *A Literary History of the Arabs*, p. 215, with reference to Tabari, 2,942, 2. Wellhausen, *Die Rel. Pol. Opp. Partien*, p. 89 *seqq*. *Encyclopædia of Islam*, art. "Abd Allah b. Saba'."
[2] Ibn Sa'd, *Tabakat*, vi, 163.
[3] Rauzatu's-Safá, trans. Rahatsek, II, iii, p. 160.
[4] Shahrastani, *Book of Religious and Philosophical Sects*, edit. Cureton, p. 132.

(۴) سابقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے کے بارے میں ان کے دوستوں اور طرفداروں کی طرف سے محض سیاسی خواہشات نہیں مانے جاتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق مانے جاتے تھے۔ تاریخ اسلام میں مقابلتہً ایک غیر نمایاں شخصیت کی تبلیغ اور اضطراب نے اس نظریہ کے پھیلنے اور بڑھنے میں بہت کچھ کام کیا۔ طبری کے قول کے مطابق عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ایک چلتے پھرتے تبلیغ کرنے والے نے جس کا نام عبداللہ بن سبا تھا پوری سلطنت کا سفر کیا مسلمانوں کو برائی کی طرف لے جانے والے راستے تلاش کیے۔

ایک گالی یا سچ

ولہاسن کے قول کے مطابق وہ مسلمان ہونے سے پہلے یہودی تھا اصلیت میں وہ صنعا یمن کی طرف سے آیا۔ اس نے حجاز میں کام شروع کیا۔ پھر بصرے اور کوفے کے نئے شہروں میں پہنچا۔ وہاں سے شام پہنچا اور آخر مصر میں مقیم ہوگیا۔ اس نے مصر میں علیؓ کے حق میں سازش کی قیادت حاصل کرلی اور یہ ظاہر کیا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، اور عثمانؓ غاصب تھے۔ عثمانؓ کی خلافت کے دوران بن سبا کے ساتھ حکومت سے بیزار لوگوں کی خط و کتابت چلتی رہی۔

ورتس نے عثمانؓ کے قتل سے پہلے مصر سے مدینہ کی طرف بڑھنے والی فوجوں کا ساتھ دیا۔ صفحہ ۲۷۴ ابن سعد نے صرف اس قدر کہا ہے کہ جس نے علیؓ کا ساتھ دیا۔ وہ قرآن پڑھنے والوں میں سے ایک تھا۔ میر خوند اپنی تالیف روضۃ الصفا میں لکھتا ہے کہ یہ یہودی پادری مدینہ آیا۔ اور اس امید سے مسلمان ہوا کہ عثمانؓ اس کی عزت و ادب کرے گا۔ مگر اُسے وہاں سے مایوسی ہوئی اور جلد ہی اُس نے ان لوگوں سے ملنا شروع کردیا۔ جو کہ ناراض تھے۔

ابوں سعد

ابن سبا (حضرت) عثمانؓ پر کھلے عام لعن طعن کرنے سے نہ ہچکچایا۔ بالآخر (حضرت) عثمانؓ نے کہا۔ یہ کون یہودی ہے۔ آپ نے اس کی طرف سے سب کچھ برداشت کرلیا۔ مگر اُسے مدینہ سے نکال دیا۔ پھر وہ (بصرہ۔ کوفہ۔ شام) ہوتا ہوا مصر پہنچا۔ وہ ایک زبردست مفسد تھا۔ ابن سبا کے اعتراضات کا ایک حصہ یہ تھا۔ وہ کہتا

تھا کہ عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ دوبارہ زمین پر آئیں گے اور اگر (حضرت) محمدؐ کو عیسیٰؑ سے برتر مانتے ہیں۔ تو ان کا دوبارہ آنا بھی ضروری ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ قصص میں آیۃ ۸۵ لیکن اس کی سب سے زیادہ اثر کرنے والی بات یہ تھی کہ ہر پیغمبر کا ایک وصی تھا۔ اور حضرت پیغمبر علیہ السلام نے یقیناً علیؓ کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ لوگوں نے (حضرت) محمدؐ کی خواہش کا احترام نہ کیا۔ اور علیؓ سے کھلی ناانصافی کی پس تمام لوگوں کے لئے ضروری ہوگیا کہ وہ علیؓ کو خدا کی طرف سے دیئے گئے حقوق کی حمایت کریں اور مکمل طور پر اس کے حقوق مانیں۔ حقیقت میں کٹر شیعوں کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ علیؓ بذات الوہیت DIVINE تھا۔ انہوں نے یہ تصور ابن سبا سے لیا تھا جس نے یہ بتایا کہ خدائی روح ہر پیغمبر میں ہوتی ہے اور کامیابی کے ساتھ ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ (حضرت) محمدؐ کی وفات کے بعد علیؓ میں منتقل ہوگئی اور علیؓ سے اس کے بعد آنے والوں میں جنہوں نے اُسے امامت کے لیے کامیاب بنایا۔

(۲) عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمان کی بجائے علم و عرفان سے نجات ہوگی۔

Encyclopadia Bartanica Vol. X P.452—55

Popular Oxford Practical Dictionary P. 264

(۷)

پروفیسر پی کے ہٹی اپنی تالیف عربوں کی تاریخ مطبوعہ لنڈن طبع چہارم ۱۹۴۹ء صفحہ ۲۴۸ پر لکھتا ہے:

How much Shiah in its birth and evolution to Persian nations and how much to Judeo-Christion idia is hard to ascertain. The Mehdi Lypothisis which developed later and involved the expection of a saviour leader who will usher in a new era of leberty and prosperity was undoubtedly a reflex of Messianic and allied ideas. The enigmatic Abdullan ibn Sab'a who was converted to Islam during the Caliphate of Uthman' and embarrassed Ali with his excessive venertion thus becoming the founder of extreme Shi'ism was a Yamanite Jew. Gnosticism also undoubtedly contributed its share to the development of Imamate Conception.

(History of the Arabs London Page 248—49 P.K. Hitti)

Gnostic عیسائیوں کا ایک قدیم فرقہ ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک غیر مثالی شئے تصور کرتے تھے

Heritage Dictionary Page 563

ترجمہ: اس بات کا کھوج لگانا دشوار ہے کہ شیعہ مذہب اپنی ابتدا اور ارتقاء کے لحاظ سے کہاں تک ایرانی تصورات اور عیسائی نظریات کا مرہونِ منت ہے۔ مہدی کا مفروضہ جو بعد میں پروان چڑھا اور ایسے نجات دہندہ قائم کے ظہور کی شکل اختیار کر گیا۔ جو آزادی اور خوش حالی کے ایک نئے دور کا نقیب ہوگا۔ دراصل مسیحی اور دوسرے ملے جلے نظریات کا چربہ تھا۔ پر اسرار عبداللہ بن سبا ایک یمنی یہودی تھا جو (سیدنا) عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں اسلام لایا۔ اور (سیدنا علیؓ) کو بے پناہ عقیدت کے رنگ میں پریشان کرتا رہا۔ اس طرح وہ انتہا پسند شیعہ ازم کا بانی بنا۔ عیسائی فرقہ جناسٹک کے عقائد نے بھی بلاشک نظریہ امامت کی ترقی و نشو و نما میں خاطر خواہ حصہ لیا۔

پی کے ہتی کے اس انکشاف سے درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں :-

۱- شیعہ ازم ایرانی تصورات اور ایک غالی عیسائی فرقہ کے نظریات کا چربہ ہے۔

۲- ان نظریات و تصورات کو اسلام میں عبداللہ بن سبا نے داخل کیا۔

۳- عبداللہ بن سبا ایک نو مسلم یمنی یہودی تھا۔

۴- اس نے سیدنا علیؓ سے بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا جس سے آپ بھی پریشان ہوتے رہے۔

۵- مہدی کے تصور کا بانی بھی عبداللہ بن سبا ہے اور اسی نے اس نظریہ کو پھیلایا۔

گذشتہ صفحات میں ابن سبا کے واقعات پڑھتے ہوئے قارئین کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ اس نے جس قدر اسلام دشمن عقائد کو پھیلانے کی کوشش کی ان کا مرکزی نکتہ رجعت ہے وہ اس بات کو خوب جانتا تھا کہ میں جن باتوں کی تبلیغ کر رہا ہوں یا جن نظریات کو پیش کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہوں یا جن پیشنگوئیوں کو عوام میں پھیلا رہا ہوں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کے صحیح ثابت ہونے کا امکان ہو۔ مثلاً سیدنا علیؓ کی خلافت کو لیجئے جب ابن سبا نے دیکھا کہ جناب کی خلافت، اصحاب ثلاثہؓ کی خلافت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ یعنی فتوحات، تمکین فی الارض اور بدحالیوں کا خوشحالیوں سے بدل جانا تو درکنار اسلامی فتوحات کا سیلاب ٹھپ ہو کر رہ گیا۔ تمکین فی الارض کی بجائے انتشار، انارکی، خوف مال و جان کا دور دورہ اور

خوشحالیوں کی جگہ ہر مقام پر بے امنی اور بدحالی کا تسلط تو اس نے جھٹ کہہ دیا۔ ان باتوں کو آپ کی موجودہ خلافت میں نہ دیکھو۔ یہ تو ایک نام نہاد خلافت ہے۔ آپ کی خلافت کا زمانہ اس وقت شروع ہوگا جب آپ رجعت فرما کر اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔

کسی کو کہا آپ مرے نہیں بلکہ آپ بادلوں میں زندہ ہیں۔ کسی کو کہا آپ کوفہ کی مسجد میں قتل نہیں ہوئے تھے بلکہ وہاں شیطان آپ کی شکل میں قتل ہوا تھا۔ آپ لوگوں کی نظروں سے روپوش ہو گئے ہیں اور جب دنیا میں ظہور فرمائیں گے تو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

رجعت کے عقیدہ میں اس حد تک بچی کاری کی کہ تمام انبیاء کو دوبارہ زندہ کر دکھایا۔ انہیں علیؓ اور مہدی کی فوجوں کی کمان میں دے دیا اور تمام دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیا۔ بلکہ یہاں تک کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ دوبارہ زندہ ہو کر مہدی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔

سبائیت کے کامیاب حربے بداء یعنی اللہ تعالیٰ کا بھول جانا، تقیہ یعنی ہر وقت ہر بات میں اور ہر آدمی کے سامنے جھوٹ بولنا اور عقیدہ رجعت تھے جن سے لیس ہو کر اس نے ایک عالم کو گمراہ کرنے کا کامیاب کردار ادا کیا۔

عقیدۂ رجعت پر ایک نظر

شیعوں کے لئے دورِ رجعت بڑا عجیب، پر منظر، پر بہار اور پر عیش ہوگا اور شیعوں کے بارھویں امام کی بڑی شان ہوگی۔ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم معہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور خود امام اوّل سیدنا علیؓ امام مہدی کی بیعت کریں گے اور ان کی خدمت میں موجود ہوں گے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عائشہؓ کی نعشیں سب کے سامنے سولیوں پر جھولتی ہوں گی۔ کوفہ کی مسجد کی شان روئے زمین پر لاثانی ہوگی جس کی تعمیر کعبہ اور مسجد

(۱) صفحہ ۹۱ تذکرۃ الائمہ کتاب شیعہ بحوالہ قطع الانف صفحہ ۷ منقول از سنی شیعہ اتحاد صفحہ ۵۳

نبوی کے پتھروں سے کی جائے گی۔ امام مہدی بڑی شان سے اس میں جلوہ گر ہوں گے۔ اور ان کے شیعہ مسجد میں بیٹھے چالیس یاردں والا ستر گز لمبا اور اونٹ کی ران جتنا موٹا قرآن تلاوت کر رہے ہوں گے۔ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے شیعوں میں سے جو شیعہ جس مقام سے چاہے گا اپنے امام سے گفتگو کر سکے گا۔ ہر شیعہ کی عمر ایک ہزار سال ہو گی۔ اور اس کے گھر ہر سال ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ ہر شیعہ کی خدمت کے لئے ایک فرشتہ مقرر ہو گا۔ شیعوں کی خوراک جنت سے آئے گی مگر سُنی غریب سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ان کی خوراک شیعوں کا پاخانہ ہو گی۔

ص ۳۶ امام خمینی شاید ابھی فرماتے رہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کما حقہ اپنے فرائضِ رسالت کی ادائیگی سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے۔ امام مہدی اپنے دورِ رجعت میں وہ تمام کام مکمل کریں گے ؂

رجعت

ہم اس مقام پر بداء اور تقیّہ کو نظر انداز کر کے صرف رجعت کے متعلّق چند اشارات پیش کرتے ہیں۔

یہ رجعت کا معاملہ ایک عجیب گورکھ دھندا معلوم ہوتا ہے جسے میرے جیسے معمولی علم و عقل کے لوگ تو شاید کبھی بھی نہ سمجھ سکیں۔ خواہ کتنے ہی نجیم شحیم سیانے مجتہدین سمجھانے میں سر ٹپکتے رہیں۔ مگر پھر بھی سمجھنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیئے۔ چند لمحات کے لئے میرے ساتھ آیئے۔ تعارف میں کرا دیتا ہوں بوجھ آپ لیجیئے۔ شاید یہ حقائق بوقت ضرورت کام آئیں اور ان کے پڑھنے سے کئی ایک کا بھلا ہو

یہ ہیں خاتم المفسّرین والمحدّثین حضرت ملا باقر مجلسی علیہ الرحمۃ والرضوان اور یہ ہے ان کی مایہ ناز تالیف حیات القلوب کی جلد ۲ کا صفحہ ۶۵۶ - ارشاد فرماتے ہیں :

(۱) کلینی و صفار و شیخ طوسی و   کلینی صفار شیخ طوسی ابن بابویہ

ابن بابویہ و قطب راوندی و دیگراں بسند ہای معتبر از حضرت امیر المومنین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق صلوات اللہ علیہم اجمعین روائیت کردہ اند کہ حضرت رسول حضرت امیر المومنین را طلب فرمود کہ یا علی چو بمیرم شش مشک آب بکش از چاہ غرس پس مرا نیکو غسل دہ باں آب۔ و مرا کفن کن و حنوط کن وچوں از غسل و کفن و حنوط فارغ شوی گریبان کفن مرا بگیر و مرا بنشاں و ہر چہ خواہی از من سوال کن کہ ہر چہ بپرسی ترا جواب می گویم۔ پس حضرت چنیں کرد۔ و فرمود کہ دریں موضع نیز ہزار باب از علم مرا تعلیم نمود کہ از ہر بابے ہزار باب مفتوح میشود۔

قطب راوندی اور متعدد دوسروں نے معتبر سندوں سے حضرت امیر المومنین امام باقر امام جعفر صادق صلوات اللہ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے حضرت امیر المومنین کو طلب فرمایا اور کہا اے علی جب میں مر جاؤں۔ تو غرس کے کنوئیں سے چھ مشک پانی لانا اور اس پانی سے مجھے اچھی طرح غسل دینا اور حنوط کرنا اور جب تو غسل کفن اور حنوط سے فارغ ہو جائے تو میرا کفن پکڑ کر مجھے بٹھا دینا۔ اور مجھ سے سوالات پوچھنا تو جو کچھ پوچھے گا میں جواب دوں گا۔ پس حضرت علی نے اسی طرح کیا اور فرمایا کہ مجھے ہزار باب کا علم سکھایا کہ ہر باب میں علم کے ہزار باب کھلتے تھے۔

مگر اس روایت پر ایمان نہ لانے والوں کا کیا علاج ہے حالانکہ تین آئمہ کرام اور نصف درجن بھر مجتہدین اس کے راوی ہیں۔ چنانچہ عجیب عجیب اعتراض کرتے ہیں :

۱۔ حضور اکرمؐ نے اپنی زندگی میں ہزار در ہزار یعنی دس لاکھ ابواب میں سے اس کے ایک چوتھائی ابواب بھی تعلیم نہ فرمائے۔ مگر وفات کے بعد یکلخت جبکہ پوری امّت پر ایک سنّاٹا کی سی کیفیت طاری تھی سیدنا علیؓ کو ابواب علم

1000x1000 = 1000000

تعلیم فرمانے شروع کر دیئے

۲ - ایک باب پر نا معلوم کتنا وقت درکار ہوا ہوگا اگر ہم ایک باب کے لیئے ایک منٹ بھی تسلیم کریں تو جتنا وقت درکار ہوا ہوگا کسی ریاضی دان سے پوچھ لیجیئے -

۳ - اس خلوت میں باقی صحابہ کرامؓ انتظار میں خاموش بیٹھے رہے کہ کب حضورؐ، علیؓ کو علم کے ہزار در ہزار ابواب کی تعلیم سے فارغ ہوں تو ہم آپؐ کی تکفین و تدفین کا انتظام کریں -

۴ - اس روائیت پر اعتراض کرنے والوں میں سے بعض کا کہنا ہے کہ بموجب روایت

اُمّ المومنین حفصہؓ اور بموجب روائیت سیدنا حسنؓ، حضور اکرمؐ نے اپنے بعد خلافت کا حکم سیّدنا صدیق اکبرؓ کے لئے فرمایا تھا - زندگی میں سیّدنا عباسؓ کی تحریک پر بھی آپؓ، حضور اکرمؐ سے اپنی خلافت کیلئے کچھ نہ کہہ سکے -

مگر ہمیں اس قسم کے اعتراضات کرنے والوں سے کوئی غرض نہیں - کودن طبع لوگ ایسی روایات پر اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں - اگر ایسے اعتراضات کرنے والے ذرا غور سے آنکھیں کھول کر آج بھی مختلف گلیوں میں، سڑکوں پر، بسوں اور ریل گاڑیوں میں بڑی بڑی مونچھوں والی سر پہ چوٹیاں رکھے لوہے کے کڑے پہنے سیاہ پوش مستانہ چال چلتے ہوئے انسان نما مخلوق کو دیکھ لیں تو ضرور ہزار در ہزار علم کے ابواب کی معرفت حاصل ہو کر رہے گی - مگر ہمیں اس روایت سے صرف رجعت کا عقدہ حل کرنا تھا - باقی باتوں سے ہمیں کوئی غرض نہیں -

یہی ملا باقر صاحب آپ اپنی تالیف حیات القلوب جلد ۲ کے صفحہ ۶۶۹ پر رقم طراز ہیں :

(۲) وایضاً بسندہائے معتبر بسیار آنحضرتؐ سے معتبر اسناد سے روائیت

از آنحضرتؐ روایت کردہ اند کہ چوں ابوبکر منافق از حضرت امیر المومنین غصب خلافت کرد - حضرت بہ او گفت کہ آیا رسول خدا ترا امر نکرد - کہ مرا اطاعت کنی - آں منافق گفت نہ اگر مرا امر می کرد میکردم - حضرت فرمود اگر الحال پیغمبر را بہ بینی و ترا امر کند باطاعت من آیا خواہی کرد - گفت آرے -

کرتے ہیں کہ جب ابوبکرؓ منافق نے حضرت امیر المومنین سے خلافت غصب کر لی - حضرت (علیؓ) نے اس (ابوبکرؓ) سے فرمایا کہ کیا رسولؐ خدا نے مجھے حکم نہیں دیا تھا کہ میری اطاعت کرے - اس منافق نے کہا - نہیں - اگر مجھے حکم فرماتے تو میں عمل کرتا - حضرت (علیؓ) نے فرمایا اگر اب تو پیغمبرؐ کو دیکھے اور وہ تجھے میری اطاعت کا حکم دیں تو میری اطاعت کریگا - (ابوبکر نے) کہا ہاں -

آنحضرت (علی) فرمود با من بیا سوئے مسجد قبا - چوں مسجد قبا رسیدند ابوبکرؓ دید کہ حضرت رسولؐ ایستادہ است و نماز می کند - چوں حضرت از نماز فارغ شد حضرت امیر المومنین گفت یا رسول اللہ! ابوبکرؓ انکار میکند کہ تو او را امر باطاعت من کردہ حضرت رسولؐ با بوبکرؓ گفت کہ من مکرر ترا امر کردہ ام باطاعت او برو و او را اطاعت بکن او منافق بسیار بترسید

علیؓ نے ابوبکرؓ کو فرمایا کہ میرے ساتھ مسجد قبا کی طرف چل - جب وہ دونوں مسجد قبا پہنچے تو ابوبکرؓ نے دیکھا کہ حضرت رسولؐ کھڑے ہیں اور نماز ادا کر رہے ہیں - جب آنحضورؐ نماز سے فارغ ہوئے تو امیر المومنین نے کہا - یا رسولؐ اللہ ابوبکرؓ انکار کرتا ہے کہ آپؐ نے اُسے میری اطاعت کا حکم کیا ہے حضرت رسولؐ نے ابوبکرؓ کو کہا کہ میں دوبارہ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس کی (علی) کی اطاعت کرو - وہ منافق (ابوبکر صدیقؓ) بہت ڈرا -

کاش کہ اس "سندہائے معتبر" کے بعد راوی اس قدر کہہ دیتا کہ اس کے بعد میری

آنکھ کھل گئی۔ تو ہم ضرور اس پر ایمان لے آتے۔

افسوس صد ہزار افسوس کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی شان میں بار بار منافق کے لفظ کی تکرار (نعوذ باللہ من ہذا الخرافات والہفوات)

مگر پہلے ملا جی سے یہ دریافت کرتے چلیں کہ یہ "سند ہائے معتبر" کے ذریعے کس راستے آپ پر نزول ہوا۔

مسجد قبا میں صرف دو ہی کیوں پہنچے۔ سیدنا علی کسی اپنے ہمنوا کو بطور گواہ کیوں ہمراہ نہ لے گئے۔ اور قبا سے واپسی پر آپ نے کسی کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کیوں نہ کیا؟

اس کے علاوہ چند اور پیچیدگیاں بھی پیدا ہو رہی ہیں۔

۱۔ حدیبیہ کے مقام پر سیدنا علیؓ جس خیمے میں بیٹھے اپنی خلافت کی بیعت لے رہے تھے۔ حضور اکرمؐ کی وفات تک تو وہاں سے ہی فارغ نہیں ہو سکے ہونگے۔ پھر حضور اکرمؐ کو کفن سے پکڑ کر اٹھایا۔ اور ہزار در ہزار علم کے ابواب سے مستفید ہوئے مگر حضور اکرمؐ کی زبان سے وہ الفاظ اسی موقع پر کیوں نہ کہلوائے جہاں سننے والے چند اصحاب تو ہوں گے۔ اپنی خلافت بلا فصل کا مسئلہ حل بھی کرایا تو مسجد قبا میں جا کر بالکل تنہائی میں۔ بعض گستاخ طبع یہ بھی کہتے ہیں کہ مدینہ سے چالیس دن سیدہ فاطمہؓ اور حضرات حسنین کو ہمراہ لے کر گھومنے کے بعد ایک ہمنوا بھی نہ ملا۔ تو قبا میں آپ کے ہمراہ کون جاتا؟ کاش کہ ان لوگوں کو کوئی امیر خسرو مل جاتا جو انمل باتوں کو جوڑنے کا بے مثال ملکہ رکھتا تھا۔

(۲)۔ یہی ملا باقر مجلسی صاحب مجلسی حق الیقین میں فرماتے ہیں:

قیامت سے پہلے امام مہدی کے زمانے میں ایک قیامت آئے گی حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک کے تمام مردہ انسان زندہ کئے جائیں گے جنات کو بھی زندہ کیا جائے گا۔ انبیاء سمیت تمام انسانوں اور جنوں کے بادشاہ امام مہدی ہوں گے۔ ۸۰ ہزار برس تک شیعوں کی حکومت ہوگی۔ سبحان اللہ دل کے بہلانے کے

لئے یا عوام کالانعام کو گمراہ کرنے کے لئے کیا کچھ کہا جا رہا ہے۔

مزید سنیئے؟

(۳) نعمت اللہ محدث الجزائری انوار نعمانیہ جلد اوّل کے صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں:

امام مہدی کے ظاہر ہونے پر ہر ایک شیعہ کی قبر پہ فرشتہ ندا کرے گا: اے شیعہ! اگر تو زندہ ہونا چاہتا ہے تو زندہ ہو کر امام کے پاس آ۔ اگر چاہتا ہے تو قیامت تک جنت میں عیش کر۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر ہے کہ کسی شیعہ پر بڑھاپا، کمزوری، مصیبت اور کوئی بیماری نہیں آئے گی اور ان کی قوت سامعہ اور باصرہ اس قدر تیز ہو جائے گی۔ کہ شیعہ اگر ایک شہر میں ہو گا اور امام دوسرے شہر میں تو آپس میں آزادی سے بات چیت کریں گے۔

گھی اور شہد کے چشمے جاری ہوں گے۔ ہر شیعہ کی عمر ہزار سال ہو گی ہر آدمی کے گھر سال میں ایک لڑکا ہو گا۔ کھانے پینے کی چیزیں جنت سے آئیں گی۔ ہر شیعہ کی خدمت کے لئے ایک فرشتہ مقرر ہو گا۔

مگر اس سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہو گی کہ

۱۔ (ام المؤمنین حضرت) عائشہ (رض) کو زندہ کر کے امام اس پر حد جاری کرے گا۔ (بصائر ۲۱۳)

۲۔ (حضرات) ابو بکرؓ اور عمرؓ کو زندہ کیا جائے گا اور ان کو کئی بار پھانسی دی جائے گی (انوار نعمانیہ صفحہ ۱۵۲)

۳۔ سنیوں کی خوراک شیعوں کا پاخانہ ہو گی (انوار نعمانیہ ۱۶۵) بصائر الدرجات ۱۵ حق الیقین ۴۱۹)

۴۔ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کو گرا کر کوفہ کی مسجد آباد کی جائے گی۔ [illegible]

۵۔ تمام انبیاء اور محمد رسول اللہؐ کو زندہ کیا جائے گا۔ جو مہدی کی قیادت میں جہاد کریں گے۔ (انوار نعمانیہ ۱۶۲)

۶ - مہدی کے ہاتھ پر محمدؐ رسول اللہ بیعت کریں گے (بصائر الدرجات ۲۱۳)
۷ - نبی علیہ السلام کو شیعوں کی اقتداء کا حکم ہوگا - (تفسیر قمی ۱ : ۲۱۰)

سیدنا علیؓ نے بقول سبائیت حصول خلافت کے لئے ہر حربہ استعمال کیا - اور سیدنا علیؓ کو مسند خلافت پر بٹھانے کے لئے بداء تقیہ، رجعت وغیرہ کی کیا کیا اصطلاحات اختراع کیں مگر کسی مقام پر بات بنتی نظر نہ آئی -

میں کہتا ہوں سیدنا علیؓ کے یہ محب مفرط لوگ حقیقت میں مبغض مفرط ہیں - میرے ساتھ آیئے - میں آپ کو محدث سید نعمت اللہ الجزائری کے حضور میں لئے چلتا ہوں - سیدنا فاروق اعظمؓ سے ام کلثوم بنت علیؓ کے نکاح کے سلسلہ میں ایک عجیب قسم کی عقدہ کشائی فرماتے ہیں - اصل عبارت بڑی طویل ہے - میں اس کے تھوڑے سے حصے کا اردو ترجمہ پیش کرتا ہوں -

حضرت عمرؓ کی خلافت کے وقت حضرت علیؓ کا ام کلثوم کو حضرت عمرؓ کے نکاح میں دے دینے میں اشکال ہے کیونکہ خلافت کے وقت حضرت عمرؓ سے بڑی برائیاں ظاہر ہوئیں اور دین سے ایسے پھر گئے تھے کہ اس سے بڑا کوئی ارتداد نہیں پس ایسے مرتد سے شریعت میں نکاح کیسے جائز ہوا - حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کافر اور مرتد سے نکاح حرام کیا ہے - اور اس پر شیعہ علما کا اتفاق ہے ہم کہتے ہیں کہ علمائے شیعہ نے اس اعتراض سے دو طرح جان چھڑائی ہے - پہلی یہ کہ شیعہ روایات سے ظاہر ہے کہ جب امام جعفر سے اس نکاح کے متعلق پوچھا گیا تو جواب دیا یہ پہلا فرج ہے جو ہم سے غصب کیا گیا - تفصیل اس کی یہ ہے کہ خلافت حضرت علیؓ کو اپنی اولاد بیٹیوں، بیویوں اور مال سے زیادہ محبوب تھی (بحوالہ الدین الخالص ص ۱۹۳/۱۹۴)
دیکھا آپ نے ابن سبا کے معتقدات نے سیدنا علیؓ کے حصول خلافت کے متعلق کیا کیا گل افشانیاں فرمائیں اور جب آنجناب کو خلافت ملی تو ان کی زبان سے کہلوایا - ملاحظہ ہو شیعہ کے چوٹی کے عالم علامہ محمد یعقوب کلینی کا ارشاد جو ان کی مایۂ ناز تالیف

کتاب "الروضہ" کے صفحہ ۱۵ طبع ایران پر موجود ہے :

پھر علیؓ مجمع کی طرف متوجہ ہوئے جس میں آپ کے اہل بیت خاص معتمد آدمی اور خاص شیعہ تھے اور فرمایا کہ مجھ سے پہلے خلفا نے ایسے کام کئے جس میں انہوں نے نبی کریمؐ کی صریح مخالفت کی اور دیدہ دانستہ کی، نبی کریمؐ کے ساتھ کئے ہوئے عہد توڑے - سنت رسول کو بدل دیا - اب اگر میں لوگوں کو حکم دوں کہ جو کام خلفاء نے کئے انہیں ترک کر دو اور میں احکامِ الٰہی کو اسی اصل پہ لاؤں جس پہ زمانہ نبوی میں تھے - تو میرا لشکر مجھ کو چھوڑ دیگا - اور میں تنہا رہ جاؤنگا -

یعقوب کلینی کی اس عبارت پہ قارئین خود تبصرہ کر لیں اور ایک بار پھر ابن سبا کے معتقدات پر نظر ڈالیں - حقائق خود بخود آشکارا ہوتے چلے جائیں گے -

آخر میں شیعہ عالم نور اللہ شوستری کا ارشاد بھی ملاحظہ فرماتے چلئے اور اس بات کو بھی پیش نظر رکھئے کہ نور اللہ شوستری شیعوں کے ہاں شہید ثالث ہیں - یہ شہید ثالث اپنی مایۂ ناز تالیف احقاق الحق میں فرماتے ہیں :

ان امر الخلافۃ ما وصل الیہ الا بالاسم دون المعنی یعنی حضرت علیؓ کو خلافت ملی بھی تو برائے نام ملی -

ابن سبا نے کیا کیا ہاتھ دکھائے -

نور اللہ شوستری کو جہانگیر نے مروایا تھا

ابنِ سبا کی تخریب کارانہ فتنہ انگیزیوں
کی
کامیابی کے محرکات، اسباب اور ذرائع

○

اس مقام پر ایک نہایت وزن دار سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابن سبا ایک ایسے معاشرے میں اپنی تخریب کارانہ سرگرمیوں میں کیسے کامیاب ہو گیا۔ جہاں ہر طرف تدین، تقویٰ، اخلاص، للّٰہیت اور خدا پرستی کی پکار تھی۔ جہاں کی فضائیں اللہ اکبر کے نعروں سے معمور تھیں۔ جہاں کے شمشیر بدست اور سر بکف مجاہدوں اور غازیوں کے گھوڑوں کے سُموں کے نیچے بحر و بر، دشت و جبل اور کوہ و صحرا سمٹتے چلے جا رہے تھے۔ جن کے نعرہ ہای تکبیر سے اغیار کے قلعوں کی فصیلوں میں شگاف پڑ پڑ جاتے تھے۔ ایسے خطّے ایسے ملک اور ایسی فضا میں ایک معمولی قسم کے نو مسلم یہودی کو اس قدر کامیابیاں کیسے حاصل ہوئیں۔

ابن سبا عالم و فاضل سہی، لسّان اور شیریں مقال خطیب سہی، پرلے درجے کا عیّار، مکّار اور شاطر سہی مگر اس قدر قلیل عرصے میں اس نے لاکھوں مربع میل پر پھیلی ہوئی وسیع سلطنت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ایک لاکھ کے قریب فرزندانِ توحید خاک و خون میں تڑپ کر دم توڑ گئے۔

نبی کا دوسرا داماد جس نے پیاسے مسلمانوں کے لئے مدینہ منوّرہ میں میٹھے پانی کا کنواں اپنے ذاتی مال سے خرید کر وقف کر دیا جس نے مسجد نبوی کو تنگ پا کر قطعہ زمین خرید کر مسجد کے لئے وقف کیا، جس نے غزوۂ تبوک موقع پر مجاہدین کے لئے سونے چاندی سے بھری ہوئی تھیلیاں دربارِ رسالت میں پیش کیں اور

ان کی سواری کے لئے ساز و سامان سے آراستہ ایک ہزار اونٹ پیش کئے جس نے خلیفہ دوم کے زمانہ میں شدید قحط کی لپیٹ میں آئے ہوئے مسلمانوں کے لئے غلے سے لدا ہوا سینکڑوں اونٹوں پر مشتمل قافلہ فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا۔

ایسا عظیم انسان ۸۴ برس کی عمر میں چالیس روز سے زیادہ بھوکا پیاسا تڑپا کر قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف قتل کر دیا۔

آج ہم تواریخ سے صرف اسی قدر اخذ کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضؓ کو مصری، کوفی اور بصری بلوائیوں نے قتل کیا تھا۔ مگر اس قتل کے محرکات جو واضح طور پہ انہی تاریخوں میں موجود ہیں بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ آخر کیوں؟

ہمیں اس کا جواب احادیث، سیرت، تواریخ اور سوانح کی کتب میں تلاش کرنے کے لئے ذرا پیچھے حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معاً بعد کے حالات پر نظر ڈالنی ہو گی۔

حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے تشریف لے جاتے ہیں صحابہ کرامؓ پر ایک سکتے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ جیسے جلیل القدر صحابی حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ مگر سیدنا صدیق اکبرؓ بر وقت ان سب کو سنبھالا دیتے ہیں۔ اب حضور اکرمؐ کی تکفین و تدفین کے متعلق مشورے ہو رہے ہیں کہ باہر سے ایک شخص سیدنا فاروق اعظمؓ کو پکارتا ہے مگر آپ بڑے غصے کے عالم میں فرماتے ہیں چلو ہٹو ہم حضور اکرمؐ کی تکفین و تدفین میں مصروف ہیں۔ وہ شخص دوبارہ چلّا کر کہتا ہے ابن خطّاب! ثقیفہ بنو ساعدہ میں تمام انصار جمع ہیں۔ اور حضور اکرمؐ کی جانشینی کے لئے بحث و بحث میں مصروف ہیں۔ سیّدنا فاروقِ اعظمؓ یہ سنتے ہی سیّدنا صدیق اکبرؓ کو ہمراہ لے کر ثقیفہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ انصار سعد بن عبادہؓ کو خلیفۂ رسولؐ منتخب کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کی للہیت اور سیّدنا فاروقِ اعظمؓ کی فراست کامیاب ہو جاتی ہے اور سیّدنا صدیق اکبرؓ کو متفقہ طور پر خلیفہ رسولؐ منتخب کر لیا جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی جس روایت

میں یہ واقعہ مذکور ہے اسی روایت کے اگلے حصّے میں یہ مرقوم ہے کہ اس وقت سیدنا علیؓ اور سیدنا زبیرؓ معہ چند ہاشمیوں کے سیدنا علیؓ کے مکان میں آپ کو خلیفہ منتخب کرنے کے مشورے کر رہے تھے۔ بلکہ یہاں تک بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا زبیرؓ ان سے تلوار نکال کر اُسے لہراتے ہوئے فرما رہے تھے کہ جب تک علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی گئی۔ میں اپنی تلوار میان میں نہیں ڈالوں گا۔

حالات کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ اس مقام پر تو سیدنا زبیرؓ سیدنا علیؓ کی خلافت کے لئے اس قدر سرگرم ہیں مگر جب سیدنا علیؓ کو شہادت ذوالنورینؓ کے بعد بلوائی خلیفہ منتخب کرتے ہیں تو سیدنا زبیرؓ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار نہیں اور بلوائی تلواروں کے سائے میں ان سے علیؓ کے لئے بیعت لیتے ہیں اور دوسرے دن بھاگ کر مکہ چلے جاتے ہیں۔ اور ام المومنین سیدہ عائشہؓ کے لشکر میں شامل ہو کر بصرہ پہنچتے ہیں اور سیدنا علیؓ کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوتے ہیں۔

حضور نبی اکرمؐ کی تدفین کے دوسرے روز مسجد نبوی میں سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر عام بیعت ہوئی۔ انصار کا اختلاف ختم ہو گیا (سعد بن عبادہؓ نے اگرچہ بیعت نہ کی مگر وہ ایسا خاموش ہو کر بیٹھ گیا کہ اس کے متعلق مزید ہمیں تاریخوں سے کچھ معلوم نہیں ہوتا) البتہ سیدنا علیؓ اور ان کے چند ساتھیوں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ سیدنا علیؓ کے گھر صلاح مشورے اس مقام تک پہنچ چکے تھے۔ کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کو وہاں پہنچ کر سیدہ فاطمہؓ کو مخاطب کر کے کہنا پڑا۔ آپ حضور نبی اکرمؐ کی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے ہمیں از حد محبوب ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں آپ کا از حد احترام ہے۔ مگر آپ کے گھر میں یہ سازشیں جاری رہیں تو ہم اس مکان کو آگ لگا دیں گے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کی اس دھمکی آمیز انتخب کا حضرت سیدہؓ پر اس قدر اثر ہوا کہ دوسرے روز جب وہاں صلاح و مشورے کے لئے اجتماع ہوا تو حضرت سیدہ نے ان لوگوں کو فرما دیا کہ میں اپنے مکان میں اس قسم کے مشوروں کے لئے جمع ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔ آپ لوگ

کوئی اور اڈہ تلاش کریں۔

بالکل معمولی سے تغیر سے یہی مفہوم ملا باقر مجلسی اپنی شہرہ آفاق تالیف بحار الانوار کے کتاب الفتن میں الاختصاص سے ایک طویل روایت امام جعفر صادقؒ کی زبانی نقل کرتے ہیں جس کا ایک حصّہ یہ ہے:

عبداللہ بن سنان کہتا ہے کہ حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد

علی اتاہن علیہ کسا قدار بہا اربعین صباحاً فی بیوت المہاجرین و الانصار والحسن والحسین معہا۔ سیدنا علیؓ نے سیدہ فاطمہؓ کو گدھے پر سوار کیا جس پر ذرا سا کپڑا تھا اور حسنینؓ ساتھ تھے۔ چالیس روز تک مہاجرین اور انصار کے دروازوں پر پھرایا۔ صفحہ ۱۰۱۔

یہی روایت معمولی سے لفظی تغیر سے جلاء العیون میں موجود ہے۔

بموجب روایت صحیح بخاری سیدنا علیؓ نے چھ ماہ (یعنی سیدہ فاطمہؓ کی وفات) تک سیدنا ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔

خلافتِ صدیقی پر ایک نظر

سیدنا صدیق اکبرؓ کا انتخاب کوئی ہنگامی انتخاب نہ تھا بلکہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت کے آخری ایام میں انہیں پیش نماز بنا کر اس بات کو واضح کر دیا تھا کہ میرا جانشین ابوبکرؓ تھا بلکہ شیعہ مذہب کی مشہور کتاب تفسیر قمی کے حوالہ سے سورہ تحریم کے حاشیہ میں مولوی مقبول احمد لکھتا ہے کہ (ام المومنین) حفصہؓ کو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوگا اور اس کے بعد عمرؓ خلیفہ ہوگا۔ اس پر ام المومنین حضرت حفصہؓ نے پوچھا: من انباک آپ کو اس بات کی کس نے خبر دی ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: نبانی العلیم الخبیر مجھے علیم و خبیر اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔

اصحاب ثلاثہ کی خلافت کے متعلق اس سے بھی اہم ترین روایت شیعہ عالم شیخ صدوق کی کتاب معانی الاخبار طبع تہران صفحہ ۳۸۷ اور شیعہ کی کتاب عیون اخبار الرضا طبع

نجفِ اشرف ۱۳۲۲ھ پر موجود ہے۔ عن الحسن بن علیؓ قال قال رسول اللہ صلعم ان ابی بکر منی بمنزلۃ السمع و ان عمر منی بمنزلۃ البصر و ان عثمان منی بمنزلۃ الفواد حسنؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ میرے لیے بمنزلہ کان ہے عمرؓ بمنزلہ آنکھوں کے ہے اور عثمانؓ بمنزلہ دل کے ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے خلیفہ بنتے ہی سیدنا اسامہ بن زیدؓ کو اس مہم کے سر کرنے کے لئے روانہ کر دیا جو حضور اکرمؐ نے انہیں سپرد فرمائی تھی۔ حضور اکرمؐ کی وفات کی خبر سنتے ہی تمام جزیرہ نمائے عرب، مانعین زکوٰۃ، مرتدین اور جھوٹی نبوت کے دعویداروں کی آوازوں سے لرز اٹھا۔

بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ اس فتنۂ ارتداد سے لرز اٹھے۔ مرتدین کا ایک گروہ مدینہ سے سات میل کے فاصلے پر ذی القصہ تک پہنچ گیا۔ مگر آپ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر لرزش نہ آئی۔ ذی القصہ خود پہنچے اور مرتدین کو تتر بتر کر دیا۔ اس کے بعد سیدنا خالد سیف اللہؓ کو طلیحہ بن خویلد، مالک بن نویرہ، ام زمل سلمی جس نے حواب کے چشمہ پر بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا تھا کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔

سیدنا عکرمہؓ کو مسیلمہ کذاب کی طرف مہاجر بن ابی امیہ کو اسود عنسی کی طرف سیدنا سعید بن العاص کو شام کی سرحدات کی طرف۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ کو قضاعہ، ودیعہ اور حارث کی طرف سیدنا حذیفہؓ بن محض الغلفانی کو اہل دبا کی طرف اور سیدنا عرفجہؓ بن ہرثمہ کو مہرہ کی طرف امیر شرجیلؓ بن حسنہ کو سیدنا عکرمہؓ کے عقب میں ان کی مدد کے لیے، طریفہؓ بن حاجز کو عام گشت کے لیے، سیدنا سویدؓ بن مقرنؓ کو تہامہ اور سیدنا علاء الحضرمیؓ کو بحرین کی طرف فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اس فہرست پہ نظر ڈالئے اور غور کیجئے کہ اس عظیم فتنہ کی سرکوبی کے لئے کن لوگوں کو بھیجا جا رہا ہے۔ ان میں کوئی ہاشمی کیوں موجود نہیں۔ اس کا جواب شاہ ولی اللہ کی زبانی سنیئے:

آپ ازالۃ الخفا حصہ دوم اردو ترجمہ صفحہ ۵۸ پہ بخاری کی روایت لائے ہیں۔ کہ سیدنا علیؓ نے سیدنا ابوبکرؓ سے کہا کہ میں آپ پر حسد نہیں کرتا بلکہ بات یہ ہے کہ آپ

مسئلہ خلافت میں ہم سے منفرد ہو گئے۔ فتح الباری میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو اٹھا لیا۔ تو انصار نے ہماری مخالفت کی۔ علیؓ، زبیرؓ اور ان کے ساتھیوں نے مخالفت کی مہاجرین ابوبکرؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ طبری کہتا ہے زبیرؓ نے تلوار کھینچ لی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

ایسے نامساعد اور مخالف حالات میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے اڑھائی سالہ دورِ خلافت میں وہ کچھ کر دکھایا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اور ایسے حالات میں کہ مدینہ منورہ میں اختلافی آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ ان اختلافی آوازوں کا عملی صورت اختیار کرنا اگرچہ ناممکنات میں سے تھا مگر اختلافی آوازوں کے اثرات سے فضا خالی نہ تھی

سیدنا فاروقِ اعظمؓ

سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی وفات سے پہلے سیدنا فاروق اعظمؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ فتنہ ارتداد ختم ہو کر ملک میں پورے طور پر امن و سکون کی فضا پیدا ہو چکی تھی۔ مگر اب اسلامی سرحدات سے ملحقہ مجوسی اور عیسائی سلطنتوں سے اسلامی مملکت کو حملوں کا خطرہ تھا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے ایک بے مثل ماہر جرنیل کی طرح اپنے ذہن میں ایک نقشہ مرتب کر کے مختلف محاذوں پر مختلف سالاروں کے تحت اسلامی جیش روانہ کئے۔ فتوحات کے ساتھ ساتھ سرحدات پر نئے نئے شہروں کی بنیاد رکھی۔

۱۴ ہجری میں قدیم بندرگاہ ابلہ کے مقام پر بدری صحابی عتبہ بن غزوانؓ نے بصرہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۷ ہجری میں قدیم ایرانی شہر مدائن کے مقام پر کوفہ کی بنیاد رکھی گئی اور اس میں مالک اشتر کا قبیلہ نخع، ہمدان، کندہ، زبرد اور بنو اسد کے قبائل آباد کئے۔ بصرہ میں بھی مختلف قبائل کے لوگوں کو آباد کیا۔ یہ سلسلہ فتوحات

کی وجہ سے بقول قاضی ابو یوسف مدینہ کی اصل آبادی سینتیس ہزار کے مقابلہ میں ایک لاکھ پینتیس ہزار مجوسی، یہودی اور عیسائی غلام جمع ہو گئے۔ ان غلاموں میں بڑے بڑے فوجی جرنیل، جاگیردار، زمیندار، مذہبی رہنما اور پیشوا بھی تھے غلاموں کی اتنی کثیر تعداد جو مقامی آبادی سے چار گنا زیادہ تھی کسی وقت بھی خطرے کا موجب بن سکتی تھی۔ اسی وجہ سے بقول امام ابن تیمیہ حضرت ابن عباس رضی ان تمام کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔ مگر سیدنا فاروق اعظم رضی نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ ہو سکتا ہے کہ ان غلاموں کی کسی سازش کی بھنک سیدنا عباس رضی کے کانوں تک پہنچی ہو۔ اور آپ نے انہیں قتل کرنے کا مشورہ دیا ہو۔ بلا وجہ آپ ان کے قتل کا مشورہ نہیں دے سکتے تھے۔

ہرمزان

مجوسی غلاموں میں اہم ترین شخصیت ہرمزان کی تھی جو ایران کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ سب سے پہلے اس کا نام قادسیہ کی جنگ میں نظر آتا ہے۔ قادسیہ کی فتح کے بعد وہ بھاگ کر اہواز اور خوزستان کے مقام شوستر پہنچا۔ اس کے پاس بچے کھچے مجوسی بھگوڑے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ مگر کوفہ اور بصرہ کی اسلامی فوجوں نے اس کا جینا دوبھر کر دیا۔ اس نے جزیہ دے کر جان بچائی۔ مگر دوبارہ بغاوت کر کے سوق اہواز کے مقام پر فوجوں کو جمع کرنے لگا۔ وہاں بھی اُسے شکست ہوئی۔ اس موقع پر بھی اس نے صلح کر کے جان بچائی۔ اور یزدگرد کے پاس پہنچ گیا۔ سیدنا ہرقوس بن زہیر رضی نے جبل اہواز کو اپنا مستقر بنا کر اہواز کے ویران شہروں کو آباد کرنا شروع کیا۔ ہرمزان یزدگرد سے مدد لے کر رام ہرمز پہنچا۔ اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ مگر اسلامی افواج کے کمانڈر انچیف سیدنا سعد ابن وقاص رضی نے اسے شکست دے کر رام ہرمز پر قبضہ کر لیا۔ ہرمزان بھاگ کر تشتر پہنچا۔ تشتر کے قلعہ کی مرمت کرائی۔ چاروں طرف خندق کھدوائی۔ قلعہ کے بُرج مضبوط کئے۔ گذشتہ جنگوں کے شکست خوردہ ایرانی فوجی اس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی کو

ان حالات کا علم ہوا تو آپ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی کو حکم دیا کہ بصرہ سے روانہ ہو کر ہرمزان کا قلع قمع کیا جائے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی نے تشتر کے شہر پر قبضہ کر لیا ہرمزان قلعہ بند ہو گیا۔ مگر اس نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ اسلامی افواج سے الجھنا بے کار ہے۔ اس نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی کو پیغام بھیجا کہ میں اس شرط پر اپنے آپ کو آپ کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہوں کہ آپ مجھے خلیفہ اسلام کی خدمت میں بھیج دیں۔ چنانچہ اس کی یہ شرط منظور کر لی گئی اور اسے سیدنا انس بن مالک رضی اور احنف بن قیس رضی کی نگرانی میں مدینہ منورہ بھیج دیا گیا۔

ہرمزان سیدنا فاروق اعظم رضی کی خدمت میں

ہرمزان سیدنا فاروق اعظم رضی کی خدمت میں پہنچا۔ اس وقت وہ نہایت زرق برق لباس پہنے مُرصّع زرین بنا ہوا تھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اس کی عہد شکنیوں اور بار بار کی وعدہ خلافیوں سے سخت ناراض تھے۔ ہرمزان نے خدمت میں حاضر ہو کر پینے کے لئے پانی طلب کیا۔ آپ کے حکم پر پانی لایا گیا۔ ہرمزان نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لے کر کہا۔ کہ جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں مجھے امان دی جائے۔ جونہی اس کی درخواست منظور ہوئی اس نے پانی پھینک دیا اور کہنے لگا اب آپ حسب وعدہ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اس کی اس چالاکی پر ہکا بکا ہو کر رہ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد اُس نے اسلام قبول کر لیا۔

دلیل العارفین میں قطب الدین بختیار کاکی لکھتے ہیں کہ معین الدین چشتی رح نے کہا کہ حضرت عمر رضی کے زمانے میں ہرمزان کو قید کر کے لایا گیا تو اس نے پانی کا برتن چھوڑ کر حضرت عمر رضی سے معافی مانگ لی۔ پھر حضرت عمر رضی نے اُسے ایک عابد و زاہد اور نیک شخص کے سپرد کیا کہ شاید اس کی صحبت کے اثر سے وہ ایمان لائے چنانچہ ایسا ہوا اور کچھ مدت کے بعد وہ بادشاہ مسلمان ہو گیا۔ (کشف المحجوب خواجہ بندہ نواز صفحہ ۷۸) اور وہ عابد و زاہد شخص علی رضی تھے۔ ص ۷۸

ہرمزان آٹھ سال مدینہ منورہ میں زندہ رہا۔ ہم یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ

اگر وہ مسلمان ہو گیا تھا یا اس کے ملک کے مجوسیوں میں سے چند ایک بھی مسلمان ہو گئے تھے تو اتنے عرصے میں اس نے یا دوسرے غلاموں میں سے کسی نے کسی جنگ میں حصہ کیوں نہ لیا۔ بلکہ کسی ہاشمی نے کوئی حصہ نہ لیا۔ ایک لاکھ تینتیس ہزار غلاموں کو حکومت کی طرف سے باقاعدہ وظیفے ملتے تھے۔ وہ بالکل بے کار بیٹھے دن رات زیر زمین اسلام دشمن سرگرمیوں میں مشغول رہتے تھے۔ چنانچہ مشہور شیعہ مؤرخ حسین کاظم زادہ لکھتا ہے:

جس دن سعد ابن ابی وقاص رضؓ نے خلیفہ دوم کی جانب سے ایران فتح کیا ...... ایرانی اپنے دلوں کے اندر کینہ و انتقام کا جذبہ پالتے رہے ...... یہاں تک کہ تشیع مذہب کی بنیاد پڑ جانے سے پورے طور پر اس کا اظہار کرنے لگے۔

آگے چل کر مصنف مذکور اس سے واضح الفاظ میں لکھتا ہے:

ایرانی ہرگز اس بات کو کبھی نہ بھول سکتے تھے نہ معاف کر سکتے تھے نہ قبول کر سکتے تھے کہ مٹھی بھر ننگے پیروں پھرنے والے عربوں نے جو جنگل و صحرا کے رہنے والے تھے ان کی مملکت پر تسلط کر لیا ہے۔ ان کے قدیم خزانوں کو لوٹ کر غارت کر دیا ہے اور ہزاروں لوگوں کو قتل کر دیا ہے۔

آگے چل کر یہی مصنف لکھتا ہے کہ

حضرات علیؓ اور حسنینؓ نے اپنے حصے میں آئے ہوئے غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اور پھر ان کی دیکھا دیکھی چند دوسرے لوگوں نے بھی غلاموں کو آزاد کر دیا۔

مزید یہی مصنف لکھتا ہے کہ

ہرمزان ایرانی کو جو خوزستان کا سابق والی اور یکے از بزرگ زادگان و صاحب افسران ایران تھا معہ ایک اور شخص کے قتل کر دیا گیا۔ کیونکہ

ابو لؤلؤ اکثر اس کے پاس جاتا رہتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے سیاست کو عدالت پر ترجیح دے کر خوں بہا اپنے پاس سے ادا کر کے عبیداللہؓ آزاد کر دیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ نے عبیداللہؓ کو قصاص میں قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

ملاحظہ: یہ غلط ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے پاس سے خوں بہا دے کر عبیداللہؓ کو آزاد کیا تھا بلکہ عبیداللہؓ کو ہرمزان کے بیٹے قاذبان کے حوالے کر دیا تھا۔ اور اس نے اسے معاف کر کے آزاد کر دیا تھا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر تفصیل آچکی ہے۔

مصنف مذکور اس قسم کے واقعات لکھنے کے بعد ان پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اس معاملہ نے ایرانیوں کے دلوں میں عمرؓ اور عثمانؓ کے خلاف غصہ اور کینہ کی آگ کو بھڑکا دیا۔ اور حضرت علیؓ امیرالمؤمنین کے ساتھ ان کی محبت کو زندہ کر دیا۔ ایرانی جو اپنے بادشاہ اور سرپرست سے محروم ہو گئے تھے اس دن سے حضرت علیؑ کو اپنا حامی اور مہربان سمجھنے لگے اور ان کی اولاد کے حق میں اپنے اخلاص و محبت کا اظہار کرنے لگے۔

(ملخص از تجلیات روح ایرانی در ادوار تاریخی)

الغرض ایرانی مسلمان ہو گئے یا اپنے آبائی مذہب پر رہے مگر ان کے دل اپنے آبائی دین کے تصور سے خالی نہ ہو سکے چنانچہ پروفیسر نکلسن اپنی تالیف عربوں میں صفحہ ۲۱۴ پر لکھتا ہے:

This is generally thought to have originated in Persia; where the SASANIAN Kings used to assume the title of 'GOD' (Pahlvi bagh) and were looked upon as successive incarnations of the Divine magesty.

یہ ایک عام خیال ہے جس کی ابتداء ایران سے ہوئی جہاں کے ساسانی بادشاہ اپنے لئے خدا کا لقب اختیار کئے ہوئے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان میں الوہیت داخل ہو چکی ہے اور یہی تصور حضرت علیؓ اور دیگر مزعومہ ائمہ کے متعلق سبائیت نے اپنے پیروکاروں کے دلوں میں ڈال دیا۔

خدا ساسانیت

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ خیال کہ "علیؓ حضورِ اکرمؐ کے جانشین ہوں" ایرانیوں سے آیا۔ جہاں ساسانی بادشاہ رہتے تھے اور الٰہ کا لقب اختیار کرتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ خدائی طاقت ان میں حلول کر گئی ہے۔

یہ تھے وہ حالات جن کے نتیجے میں سیدنا فاروق اعظمؓ ایک معمولی سے مجوسی غلام کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ سیدنا مغیرہؓ بن شعبہ کا غلام فروز ابولولو ایک دن سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرا مالک مجھ سے زیادہ اجرت لیتا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا نجاری اور نقاشی۔ آپ نے فرمایا۔ کس قدر اجرت تمہارا مالک تم سے طلب کرتا ہے اس نے چند درہم بتائے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے ہنر کے مقابلہ میں یہ اجرت بہت کم ہے۔ پھر آپؓ نے اسے فرمایا مجھے بھی ایک چکی بنا دو۔ تو اس نے کہا۔ میں آپ کو ایک ایسی چکی بنا کر دوں گا جو تا قیامت یادگار رہے گی۔ اس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ یہ غلام مجھے قتل کرنے کی دھمکی دے گیا ہے۔

عجیب حیران کن بات ہے کہ ایک ایسے عظیم حکمران کو جس نے چند سالوں میں ایران جیسی ہزار ہا سالہ پرانی حکومت ملیا میٹ کر دی ہو جس نے رومی سلطنت کا نصف سے زیادہ حصہ فتح کر کے رومیوں کو سمندر پار دھکیل دیا ہو جس کے دبدبہ وجبروت سے عظیم حکمران اپنے اپنے محلات میں بیٹھے ہوئے کانپ جاتے ہوں اُسے بھرے دربار میں ایک معمولی سا غلام یوں قتل کی دھمکی دیکر چلتا بنے۔

ع : کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

دراصل فروز اپنے مالک کی شکایت لے کر نہیں آیا تھا۔ بلکہ اپنے بھیجنے والوں کے ایماء سے حالات کا جائزہ لینے کے لئے آیا تھا۔

سرسری طور پہ تاریخی واقعات کا مطالعہ اس وقت تک بے معنی رہتا ہے۔ جب تک ان واقعات کے مبادیات اور پس منظر کی طرف توجہ نہ دی جائے۔ تاریخی واقعات وجوہات پر مبنی ہوتے ہیں اور وہی وجوہات فلسفہ تاریخ کی جان ہیں۔ سرسری طور

پر یہ کہہ کر گزر جانا کہ ایک مجوسی غلام نے سیدنا فاروق اعظمؓ کو محض اس لئے شہید کیا تھا کہ انہوں نے اس کی شکایت پر غور نہیں کیا تھا۔ انتہائی طور پر ایک جاہلانہ موقف ہے۔ آپ کی شہادت ایک گہری سازش کا نتیجہ تھی۔ اور اس سازش کی تخم ریزی حضورِ اکرمؐ کی وفات کے دن ہو چکی تھی۔ مدینہ میں بارہ تیرہ سال کا زمانہ صحابہ کرامؓ کی اہم شخصیتوں سے تقریباً تقریباً خالی رہا۔ فتوحات بڑھتی رہیں۔ غلاموں میں اضافہ ہوتا رہا۔ مدینہ میں بے کار بیٹھے لوگ مالِ غنیمت سے متمتع ہوتے رہے اختلافات کا جو بیج بویا گیا تھا وہ پھوٹ کر ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا تھا اور اکثر لوگ اس سازش سے واقف تھے مگر سیاق وسباق اور مالۂ وماعلیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو انہوں نے اس لئے کھلے لفظوں میں سیدنا فاروقِ اعظمؓ کو اس سازش سے آگاہ نہ کیا کہ سازش کے پیچھے کچھ قد آور ہستیاں موجود تھیں اور وہ ان سے خوفزدہ تھے اور یا ان کا یہ خیال تھا کہ سازشیں ہوتی رہتی ہیں مگر اکثر دم توڑ دیتی ہیں اور پھر فاروقِ اعظمؓ جیسے رجل عظیم پر ہاتھ ڈالنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں۔ بایں ہمہ چند ایک نے دبی زبان سے اشارات وکنایات میں سیدنا فاروقِ اعظمؓ کو آگاہ کرنے کی کوشش کی چنانچہ

ابن سعد لکھتا ہے کہ عرفات میں حج کے موقع پر فاروقِ اعظمؓ نے لوگوں کو تکبیر اور دُعا میں مشغول دیکھا تو خوش ہوئے۔ حذیفہؓ موجود تھے (یہاں اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ ابن حذیفہ کا بیٹا محمد سبائی تحریک کا سرگرم رُکن تھا اس کا سبائی تحریک میں شامل ہونا اس بات کا مؤید ہے کہ حذیفہ اس تمام سازش سے واقف تھے جو مجوسی غلاموں کے کیمپ میں پروان چڑھتی رہی اور بیٹے نے باپ سے ورثہ میں پائی۔) حذیفہ نے کہا۔ فتنہ پر ایک دروازہ لگا ہوا ہے جب وہ توڑ ڈالا گیا یا کھولا گیا تو وہ فتنہ نکلے گا۔ عمرؓ یہ سن کر گھبرا گئے اور پوچھا وہ کون سا دروازہ ہے اور اس کا کھولنا یا ٹوٹنا کیا ہے۔ حذیفہ نے کہا ایک شخص مرے گا یا قتل کیا جائے گا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۳۴)

اب آگے بڑھئے اور دیکھئے:

سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؓ نے سیدنا فاروق اعظمؓ کو گھر بلایا۔ آپؓ گھر پہنچے۔ تو موصوفہ رو رہی تھیں وجہ پوچھی تو بتایا کہ یہ یہودی یعنی کعب احبار کہتا ہے کہ عمرؓ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہیں۔ عمرؓ نے فرمایا۔ ماشاء اللہ! واللہ مجھے امید ہے کہ میرے رب نے مجھے سعید پیدا کیا ہے۔ پھر آپؓ نے کعب کو بلایا اور پوچھا تو وہ ٹال گیا۔ اور کہا تاوقتیکہ آپ جنت میں داخل نہ ہوں گے ذی الحج ختم نہ ہوگا ہم آپ کو کتاب اللہ میں پاتے ہیں۔ کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہیں اور لوگوں کو جہنم میں گرنے سے بچائیں گے۔ (طبقات ابن سعد حصّہ سوم صفحہ ۱۳۳)

علامہ طنطاوی کہتے ہیں کہ اگر کعب والی روایت صحیح ہے تو وہ بھی اس سازش میں شریک تھے۔ (عمر بن الخطاب طنطاوی صفحہ ۵۳)

حذیفہ نے عرفات میں جو کچھ کہا وہی کچھ کعب نے مدینہ میں پہنچ کر کہا معلوم ہوتا ہے ذی قعدہ کے آخر اور ذی الحج کے شروع میں یہ سازشیں اپنے آخری مراحل میں داخل ہو چکی تھیں اور جو لوگ اس سازش میں شریک تھے یا جنہیں اس سازش کا علم تھا وہ آپؓ سے کہنے کا ارادہ کرتے تھے مگر کہہ نہ سکتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ سازش کے پیچھے کچھ اہم قسم کے پردہ نشین تھے اور کہنے کا ارادہ کرنے والے اپنے اندر کہنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کو سیدنا زبیرؓ کا سیدنا علیؓ کے حق میں تلوار لہرانے سے ملایئے۔

اب آگے چلئے۔ اور ان کڑیوں کو اس کڑی سے ملایئے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کو فروز مجوسی زخمی کر کے خودکشی کر جاتا ہے یا کوئی پوشیدہ آنکھ افشائے راز کے خوف سے اُسے اچک لیتی ہے آپؓ زخمی ہونے سے تین دن بعد یکم محرم کو فردوسِ بریں کو سدھار جاتے ہیں۔ جس خنجر سے فروز مجوسی نے سیدنا فاروقِ اعظمؓ پر حملہ کیا تھا وہ خنجر سیّدنا عبید اللہ بن سیدنا ابوبکرؓ نے پہچان لیا۔ آپ نے کہا کہ خلیفہ اسلام پر حملے سے تین دن پہلے میں فلاں مقام سے گذر رہا تھا کہ وہاں ہرمزان، جفینہ اور فروز کھڑے کچھ کھسر پھسر

کر رہے تھے۔ بقول بعض روایات ان تینوں کے ساتھ سیدنا علیؓ کا عیسائی غلام جون ابلیا بھی موجود تھا۔ فروز کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا۔ جو گھبرا کے اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ یہ وہی دو دھارا خنجر ہے۔ سیّدنا عبید اللہ بن عمرؓ نے جب سیّدنا عبید اللہ بن ابوبکرؓ کی زبان سے یہ بات سُنی تو وہ جذبات سے مغلوب ہو کر ہرمزان کے مکان پر پہنچے اور اُسے قتل کر دیا، آپ گرفتار کر لئے گئے۔

سیّدنا ذوالنورینؓ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو سب سے پہلا مقدمہ جو آپ کے سامنے پیش ہوا وہ یہی تھا۔ سیّدنا علیؓ نے فرمایا کہ عبید اللہ کو ہرمزان کے قتل کے قصاص میں قتل کر دیا جائے۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ اور بعض جلیل القدر صحابہؓ نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ کل اس کا باپ قتل ہوا ہے اور آج ایک مجوسی کے قتل کے قصاص میں خلیفہ مقتول کے بیٹے کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ سیّدنا ذوالنورینؓ نے چاہا کہ ہرمزان کے بیٹے قاذبان کو اپنے ذاتی مال سے خونبہا ادا کر کے عبید اللہ کو رہا کر دیا جائے۔ مگر سیّدنا علیؓ نے کہا کہ عبید اللہ کو قاذبان کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے باپ کے قتل کے قصاص میں اُسے قتل کر دے۔ آخر عبید اللہ کو قاذبان کے حوالے کر دیا۔

قاذبان عبید اللہ کو لے کر چل نکلا۔ لوگوں کا ایک جم غفیر اس کے ساتھ تھا وہ چند قدم چل کر لوگوں سے پوچھتا کیا میں عبید اللہ کو قتل کرنے میں حق بجانب ہوں۔ لوگ کہتے ہاں تم حق بجانب ہو۔ آخر اس نے ایک مقام پر کھڑے ہو کر کہا۔ اگر میں اسے آزاد کر دوں تو پھر ——— لوگوں نے کہا یہ تمہارا عظیم کارنامہ ہوگا۔ طبری کہتا ہے "فترکہ للّٰہ" قاذبان نے اسے اللہ کی خوشنودی کے لئے معاف کر دیا۔ اس کے بعد لوگ قاذبان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کے مکان تک لے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہرمزان کی تمام سازش سے اس کا بیٹا قاذبان خوب واقف تھا اور وہ سچا مسلمان تھا۔

سیدنا علیؓ کو ہرمزان کے قتل ہونے کا بڑا غم ہوا۔ ادھر سیّدنا فاروق اعظمؓ

زخموں سے نڈھال بستر مرگ پر آخری سانسوں پہ تھے اور دوسری طرف سیدنا علیؓ ہرمزان کی تکفین و تدفین میں مصروف تھے۔ آخر جب اس کی تدفین سے فارغ ہو کر سیدنا فاروقِ اعظمؓ کے پاس پہنچے تو وہاں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ موجود تھے۔

ص۱۷ علی + ہرمزان

سیدنا فاروق اعظمؓ کی زبان پہ بقول ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ یہ کلمات تھے۔ برا ہو عمر کا اور اس کی ماں کا اگر اللہ اس کی مغفرت نہ کرے۔ یہ کلمات سن کر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا:

فواللہ لقد کان اسلامك عزا و امارتك فتحا ولقد ملئت الارض عدلا اللہ کی قسم آپ کا اسلام باعثِ عزت تھا۔ آپ کی امارت باعث فتح تھی اور اپنے اپنے عدل و انصاف سے زمین کو بھر دیا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے سیدنا ابن عباسؓ سے یہ کلمات سن کر کہا اتشھد لی بذلك یا ابن عباس کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو فقال له علی قل نعم وانا معکم سیدنا علیؓ نے سیدنا ابن عباسؓ کو کہا کہہ دو ہاں اور میں بھی شہادت دینے میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳)

یعنی سیدنا علیؓ نے خود سیدنا عمر کو مخاطب کر کے یہ الفاظ نہ کہے بلکہ سیدنا ابن عباسؓ کو کہا کہ تم کہو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

محمد حسنین ہیکل مصری اپنی تالیف عمر فاروق اعظم میں لکھتا ہے:

حضرت عمرؓ نے ہرمزان عجم کے بادشاہ کو اسلام کی تعلیم دینے کے لئے حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔ عجم کے بادشاہ کے گھر تمام مجوسی غلام جن میں فیروز، سلمان فارسی، جفینہ وغیرہ جمع تھے۔ حضرت علیؓ ان کو اسلام کی تعلیم دینے کے لئے ہرمزان کے پاس جاتے تھے۔ حتیٰ کہ آٹھ سال بعد عراق کے بادشاہ نے فیروز ابولولوء کو ایک خاص چھری دے کر عرب کے بادشاہ کو قتل کرا دیا اور حضرت علیؓ صرف

واللہ انا بری خدا کی قسم میں اس قتل سے بری ہوں کہہ کر صاف بچ گئے۔

جائزہ: مشہور شیعہ عالم علی بن مظاہر واسطی نے شیخ الشیعہ احمد بن اسحٰق بن عبداللہ بن سعد القمی اور حوص سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی شہادت کا دن عید اکبر کا دن ہے اور شیعہ اس دن کو یوم المفاخرہ یوم البرکۃ و یوم الزکوٰۃ اور یوم السلبیہ اور یوم مسرّت کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ احمد بن اسحٰق مذکور نے اس عید کا اختراع کیا تھا۔ شیعہ حضرت عمرؓ کے قاتل ابولولوء مجوسی کو بابا شجاع الدین کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔ اور فاروق اعظمؓ کے یوم شہادت کو "عید بابا شجاع الدین" سے موسوم کرتے ہیں۔ (تحفہ اثنا عشری صفحہ ۲۰۸-۲۰۹ بحوالہ حاشیہ المتقی اردو صفحہ ۴۳۲-۴۳۳)

مزید تفصیلات کے لئے شیعان ہند مصنفہ جے این ہولسٹر۔ مضامین مولانا شرر، قیصر التواریخ جلد ۱ صفحہ ۱۷۵- تاریخ اردو ۲: ۳۰۰) دیکھئے:

مشہور شیعہ مورخ الفخری فیروز کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتا ہے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت سے یہود و مجوس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اسلام اور مسلمان اب چند دن کے مہمان ہیں۔ ان کی زیر زمین سرگرمیوں میں پہلے سے زیادہ جوش پیدا ہو گیا۔ مگر سیدنا ذوالنورینؓ کی بے مثل فراست اور ایمانی قوت کی پختگی نے اسلامی فتوحات کے دائرے کو اور وسیع تر کر کے تقریباً تمام مسلمانوں کو جہاد میں مشغول کر دیا۔ ان حالات میں اگر سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کا ڈرامہ دہرایا جاتا تو بات کھل کر سامنے آجاتی اور پس پردہ رہ کر ڈوری ہلانے والوں کو یہ کسی صورت میں منظور نہ تھا۔ آپ کے دورِ خلافت کا چھٹا سال تھا کہ اس کتاب کا ہیرو اچانک پردہ غیب سے نمودار ہوتا ہے۔ اسے ان تمام واقعات کا علم ہو چکا تھا۔ اس نے نہایت چابکدستی سے تمام تخریبی

عناصر کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور پس پردہ رہ کر ڈوری ہلانے والوں کے سروں سے کسی حد تک ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔

بظاہر ڈرامہ کے اداکار بدل گئے۔ مگر ہدایت کاری ان کی ہی رہی۔ سیّدنا ذوالنّورین رضؓ کا وہ خط جو آپ نے اپنی شہادت سے چند روز پہلے مکہ کے عامل کو تمام حجاج کے سامنے پیش کرنے کے لئے لکھا تھا۔ اس میں واضح طور پر یہ کلمات درج ہیں کہ جن لوگوں کو حصول خلافت کے جذبات نے بے چین کر رکھا ہے وہ چاہتے ہیں کہ مجھے جلد از جلد قتل کر دیں۔

آخر وہی ہوا۔ ابن سبا کے پالتو گرگے بصرہ۔ کوفہ اور مصر سے بیک وقت مدینہ پہنچے اور عین جوارِ نبیؐ میں، نبیؐ کا دوہرا داماد دو ماہ سے زیادہ عرصہ بھوکا پیاسا تڑپا تڑپا کر عین تلاوتِ قرآن کرتا ہوا خاک و خون میں تڑپا دیا۔

قاتلین میں محمد بن ابوبکر سیدنا علیؓ کا لے پالک سب سے آگے تھا۔ اور مالک بن اشتر نخعی، غافقی بن حرب، عمرو بن الحمق، کنانہ ابن جبلہ وغیرہ اس کے ساتھ تھے۔

اور آخر ان لوگوں نے سیّدنا علیؓ کو خلافت قبول کرنے کی پیش کش کی جو قبول کر لی گئی۔

خلیفہ بنتے ہی آنجنابؓ نے ہرمزان مجوسی کے قاتل عبیداللہ بن عمرؓ کی گرفتاری کا حکم جاری فرمایا۔ جس کا فیصلہ بارہ سال پہلے ہو چکا تھا۔ مگر عثمانؓ کے قاتل سامنے دندناتے پھر رہے تھے۔ انہیں کچھ بھی نہیں کہا جاتا۔ بلکہ آنجنابؓ کی خلافت کے اصل کل پرزے وہی لوگ تھے۔ سیدنا عقیلؓ جو عمر میں آنجنابؓ سے بیس سال بڑے تھے انہوں نے جب اس قسم کے حالات دیکھے تو مدینہ سے امیر معاویہؓ کے پاس دمشق چلے گئے۔ صفین کی جنگ میں سیّدنا عقیلؓ سیدنا علیؓ کے خلاف لڑنے والے لشکر میں تھے۔

عبیداللہ بن عمرؓ صفین میں سیدنا علیؓ کے خلاف لڑتا ہوا شہید ہوئے تو

آنجنابؓ نے ان کی لاش کو مثلہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مگر عبیداللہؓ کی بیوی یا معشر القریش پکارتی ہوئی چند نوجوانوں کی معیت میں اپنے خاوند کی لاش اٹھا لائی۔

پھر ان حالات پر مستزاد یہ کہ بصرہ اور کوفہ کے نئے شہروں میں چند صحابہؓ کے علاوہ اگرچہ کچھ نومسلم مجوسی، یہودی یا عیسائی تھے۔ مگر اکثریت ان غلاموں کی تھی جنہیں اپنی سلطنتوں، حکومتوں، جاگیروں، زمینداریوں، اعلیٰ عہدوں، بہترین تجارتوں کا غم ابھی تک نہیں بھولا تھا۔

اور اس پر مستزاد یہ کہ عبداللہ ابن سبا نے کوفہ سے بصرہ اور مصر والوں کو بصرہ سے کوفہ اور مصر والوں کو مصر والوں سے کوفہ اور بصرہ والوں کو اس قسم کے خطوط بھجوانے شروع کر دیئے کہ ہر مقام پر رہنے والوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ وہاں کے لوگوں پر بڑے ظلم ہو رہے ہیں۔

بے چینی بڑھتی رہی خلیفہ اسلام کے خلاف نفرتیں پروان چڑھتی رہیں عبداللہ بن سبا الفاظ بدل بدل کر اپنے مقصد کو دہراتا رہا۔ یہاں تک کہ خلیفہ اسلام اس خون آشام پروپیگنڈہ کی بھینٹ چڑھ گیا۔

اور سبائیت اپنے مقصد میں کامیاب ہوتی چلی گئی۔

گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی شہادت جو ایک منظم سازش کا نتیجہ تھی آپ کی شہادت کے بعد زیر زمین پروان چڑھتی رہی۔ مگر صحابۂ کرام میں ابھی کئی قد آور شخصیتیں موجود تھیں جو اسی طرح اس سازش سے بے خبر تھیں جس طرح سیدنا فاروقِ اعظمؓ باخبر ہونے کے باوجود ایک طرح سے بے خبر رہے۔

سیدنا ذوالنّورینؓ کی خلافت کے نصفِ اوّل میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ اہم شخصیتیں مدینہ سے محاذِ جنگ پر پہنچتی رہیں اور زیر زمین سازشیں معاشرے میں نفسیاتی بے چینی پیدا کرتی رہیں۔ عبداللہ بن سباء بڑی گہری نظروں سے حالات کا جائزہ لیتا رہا اور قدم قدم آگے بڑھتا رہا۔ ایسے حالات میں

ابن سبا کے لئے بے چین معاشرہ میں مزید بے چینی پیدا کر کے اسلام اور خلیفہ اسلام کے خلاف کچھ کر گزرنا چنداں مشکل نہ تھا۔ اس کی تخریبی کارروائیوں کے لئے فضا تیار تھی۔ حالات اس کے لئے سازگار تھے۔ وہ آگے بڑھتا رہا اور کامیابیاں اس کے قدم چومتی رہیں ۔

اکبر شاہ خان نجیب آبادی کی تاریخ اسلام سے

عبداللہ بن سباء

عبداللہ بن سبا المعروف بہ ابن السوداء شہر صنعا کا رہنے والا ایک یہودی تھا۔ وہ عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کو دولت خوب حاصل ہوتی ہے اور اب یہی دنیا میں سب سے بڑی فاتح قوم بن گئی ہے مدینہ میں آیا۔ اور بظاہر مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔ مدینہ میں اس کا آنا اور رہنا نہایت ہی غیر معروف اور ناقابل التفات تھا۔ اس نے مدینہ میں رہ کر مسلمانوں کی اندرونی اور داخلی کمزوریوں کو خوب جانچا اور مخالف اسلام تدابیر کو خوب سوچا۔ انہیں ایام میں بصرہ کے اندر ایک شخص حکیم بن جبلہ رہتا تھا اس نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ اسلامی لشکر کے ساتھ کسی فوج میں شریک ہو جاتا تو موقع پا کر ذمیوں کو لوٹ لیتا۔ کبھی کبھی اور لوگوں کو بھی اپنا شریک بناتا اور ڈاکہ زنی اختیار کرتا۔ اس ڈاکہ زنی کی خبریں مدینہ میں حضرت عثمان غنیؓ تک پہنچیں۔ انہوں نے گورنر بصرہ کو لکھا کہ حکیم بن جبلہ کو شہر بصرہ کے اندر نظر بند رکھو۔ اور حدود شہر سے باہر ہرگز نہ جانے دو۔ اس حکم کی تعمیل میں وہ بصرہ کے اندر محصور و نظر بند رہنے لگا۔ عبداللہ بن سبا حکیم بن جبلہ کے حالات سن کر مدینہ سے روانہ ہوا۔ اور بصرہ میں پہنچ کر حکیم بن عبداللہ کے مکان پر مقیم ہوا۔ یہاں اس نے حکیم بن جبلہ

اور اس کے ذریعہ اس کے دوستوں اور دوسرے لوگوں سے مراسم پیدا کئے اپنے آپ کو مسلمانوں کا حامی اور خیر خواہ آل رسول ظاہر کر کے لوگوں کے دلوں میں اپنے منصوبے کے موافق فساد انگیز خیالات و عقائد پیدا کرنے لگا۔ کبھی کہتا کہ مجھ کو تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان اس بات کے تو قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے لیکن اس بات کو نہیں مانتے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں ضرور آئیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں کو اِنَّ الَّذِی فَرَضَ عَلَیکَ القُرآنَ لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَادٍ کی غلط تفسیر سنا سنا کر اس عقیدہ پر قائم کرنا شروع کیا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مراجعت دوبارہ دنیا میں ضرور ہو گی۔ بہت سے احمق اس فریب میں آ گئے۔ پھر اس نے ان احمقوں کو اس عقیدے پر قائم کرنا شروع کیا کہ ہر پیغمبر کا ایک خلیفہ اور وصی ہوا کرتا ہے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں جس طرح آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاتم الاوصیا ہیں۔ پھر اس نے اعلانیہ کہنا شروع کیا کہ لوگوں نے آنحضرت صلعم کے بعد حضرت علیؓ کے سوا دوسروں کو خلیفہ بنا کر بڑی حق تلفی کی ہے۔ اب سب کو چاہیئے کہ حضرت علیؓ کی مدد کریں۔ اور موجودہ خلیفہ کو قتل یا معزول کر کے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا دیں۔ عبداللہ بن سبا یہ تمام منصوبہ اور اپنی تحریک کی ان تمام تجویزوں کو مدینہ منورہ سے سوچ سمجھ کر بصرہ آیا تھا اور اس نے نہایت احتیاط اور قابلیت کے ساتھ بہ اقساط اپنی مجوزہ بدعقیدگیوں کو شائع کیا اور لوگوں کے ملانے بیان کرنا شروع کیا۔

رفتہ رفتہ اس فتنے کا حال بصرے کے گورنر عبداللہ بن عامر کو معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ بن سبا کو بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔ عبداللہ بن سبا نے کہا مجھ کو اسلام سے دلچسپی ہے۔ میں اپنے یہودی مذہب کی کمزوریوں سے خائف ہو کر اسلام کی طرف متوجہ ہوا ہوں اور یہاں آپ کی رعایا بن کر زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن عامر نے کہا کہ میں نے تمہارے حالات اور تمہاری باتوں کی تحقیق کیا ہے۔ مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو

اور مسلمانوں کو گمراہ کر کے یہودی ہونے کی حیثیت سے جمعیت اسلامی میں افتراق وانتشار پیدا کرنا چاہتے ہو۔ چونکہ عبداللہ بن عامر کی زبان سے پتے کی باتیں نکل گئی تھیں۔ لہٰذا اس کے بعد عبداللہ بن سبا نے بصرے میں اپنا قیام مناسب نہ سمجھا۔ اور اپنے خاص الخاص رازدار اور شریک کار لوگوں کو وہاں چھوڑ کر اور اپنی بنائی ہوئی جماعت کے لئے مناسب تجاویز وہدایات سمجھا کر بصرہ سے چل دیا اور دوسرے اسلامی فوجی مرکز یعنی کوفہ میں آیا۔ یہاں پہلے ہی سے ایک جماعت حضرت عثمان غنی رضؓ اور ان کے عامل کی دشمن موجود تھی۔ عبداللہ بن سبا کو کوفہ میں بصرہ سے زیادہ بہتر موقع اپنی شرارتوں کو کامیاب بنانے کا ملا۔

عبداللہ بن سبا کو ایک طرف اسلام سے مخالفت تھی۔ دوسری طرف اس کو حضرت عثمان غنیؓ سے خاص ذاتی عداوت تھی

اور وہ حضرت عثمان غنیؓ سے کوئی انتقام یا بدلہ لینے کا خواہشمند معلوم ہوتا تھا۔ کوفہ میں آ کر بہت جلد عبداللہ بن سبا نے اپنے زہد واتقا کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا۔ عام طور پر لوگ اس کو تعظیم وتکریم کی نگاہ سے دیکھنے اور اس کا ادب ولحاظ کرنے لگے۔ جب کوفہ میں عبداللہ بن سبا کے پھیلائے ہوئے خیالات کا چرچا ہوا تو یہاں کے گورنر سعید بن العاص نے اس کو بلا کر ڈانٹا اور وہاں کے سمجھدار اور شریف آدمیوں نے بھی اس کو مشتبہ آدمی سمجھا۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا کوفہ سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہوا۔ مگر جس طرح بصرہ میں وہ اپنی ایک جماعت چھوڑ آیا تھا اسی طرح کوفہ میں بھی اس نے اپنی ایک زبردست جماعت چھوڑی۔ جس میں مالک اشتر وغیرہ مذکورہ بالا اشخاص اور ان کے احباب واقارب زیادہ تر شامل تھے۔

کوفہ سے جب وہ شام یعنی دمشق میں پہنچا تو یہاں اس کی دال زیادہ نہ گلی۔ اور جلد ہی اُسے یہاں سے شہر بدر ہونا پڑا۔ عبداللہ بن سبا کی عداوت حضرت عثمان غنیؓ اور بنو امیہ سے دم بدم ترقی کر رہی تھی اور ہر جلاوطنی اس کے لئے ایک نیا میدان اور نیا موقع کامیابی کا پیدا کر دیتی تھی شام سے خارج ہو کر وہ سیدھا مصر میں پہنچا وہاں

کے گورنر عبداللہ بن سعد تھے۔ مصر میں عبداللہ بن سبا نے اپنے سابقہ تجربہ سے فائدہ اٹھا کر زیادہ احتیاط اور زیادہ گہرے پن کے ساتھ کام شروع کیا۔ یہاں اس نے اپنی خفیہ سوسائٹی کا مکمل نظام مرتب کیا۔ اور محبت اہل بیت اور حمایت علیؓ کے اظہار کو خاص الخاص ذریعہ کامیابی بنایا۔ مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد کی نسبت بھی مصریوں کو اور وہاں کے مقیم عربوں کو شکایات تھیں۔ عبداللہ بن سعد کو افریقیہ بربر قیصر قسطنطنیہ کے معاملات کی وجہ سے داخلی باتوں کی طرف زیادہ متوجہ رہنے کی فرصت بھی نہ تھی۔

یہاں سے عبداللہ بن سبا نے اپنے بصرہ اور کوفہ کے دوستوں سے خط وکتابت جاری کی اور مقررہ مجوزہ نظام کے موافق مصر کوفہ اور بصرہ سے وہاں کے عاملوں کی شکایت میں مدینہ والوں کے پاس پیہم خطوط جانے شروع ہوئے۔ ساتھ ہی بصرہ والوں کے پاس کوفہ اور مصر سے خطوط پہنچے کہ یہاں کے گورنروں نے بڑے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے اور رعایا پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے اسی طرح بصرہ اور کوفہ سے مصر والوں کے پاس اور بصرہ ومصر ودمشق سے کوفہ والوں کے پاس خطوط پہنچنے لگے چونکہ کسی جگہ بھی عاملوں اور گورنروں کے ہاتھ سے رعایا پر ظلم نہ ہوتا تھا لہٰذا ہر جگہ کے آدمیوں نے یہ سمجھا کہ ہم سے زیادہ اور تمام صوبوں پر ظلم وتشدد اور بے انصافی رکھی جا رہی ہے اور حضرت عثمان غنیؓ ظالمانہ طور پر اپنے عاملوں اور گورنروں کو ان کے عہدوں پر بحال رکھنے اور معزول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

چونکہ ہر ایک صوبے اور ہر ایک علاقے سے مدینہ منورہ میں بھی برابر خطوط پہنچ رہے تھے لہٰذا حضرت عثمان غنی رضؓ نے عمار بن یاسر کو مصر کی جانب اور محمد بن مسلمہ کو کوفے کی جانب روانہ کیا کہ وہاں کے حالات دیکھ کر آئیں اور صحیح اطلاع دربار خلافت میں پہنچائیں۔ عمار بن یاسر رضؓ جب مصر میں پہنچے تو وہاں کے ان لوگوں نے جو عبداللہ بن سعد گورنر مصر سے ناخوش تھے اور ان لوگوں نے جو عبداللہ بن سبا کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے عمار بن یاسرؓ کو اپنا ہمنوا وہم خیال بنا لیا اور ان کو مدینہ منورہ میں واپس جانے سے یہ کہہ کر روک لیا کہ حضرت عثمان رضؓ دیدہ ودانستہ ظلم

دستم کو روا رکھتے ہیں ان کی امداد و مصاحبت سے پرہیز مناسب ہے[۱] محمد بن مسلمہ رضؓ نے کوفہ پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضؓ کو اطلاع دی کہ یہاں کے عوام بھی اور بعض شرفا بھی علانیہ زبان درازی اور طعن و تشنیع پر زبان کھولتے اور غدر و بغاوت کا اظہار کرتے ہیں انہیں ایام میں اشعث بن قیس، سعید بن قیس، صائب بن اقرع، مالک بن حبیب، حکیم بن سلامت، جریر بن عبداللہ، سلمان بن ربیعہ وغیرہ حضرات جو صاحب اثر اور عزم و ہمت کے وارث اور خلافتِ اسلامیہ کے حامی تھے کوفہ سے دوسرے مقامات کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

---

[۱] حضرت عمارؓ کے قتل کے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیہ کے مطابق دشمنانِ امیر المؤمنین امیر معاویہ رضؓ کی ہمنوائی میں بعض مسلمانوں نے بھی یہ لا اپنا شروع کر دیا ہے کہ عمار امیر معاویہ رضؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اگر دو منٹ کے لئے اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو سیدنا علیؓ نے عمار کے قتل پر اپنے موقف کی تائید میں اس بات کو کیوں نہ پیش کیا۔ بلکہ آنجنابؓ نے تحکیم کو قبول کر کے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ امیر معاویہ رضؓ بھی اپنے موقف پر مبنی بر حق ہیں۔ جو لوگ یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیہ کو لے اڑے ہیں کاش کہ ان کی نظر وسیع ہوتی اور انہیں علم سے کچھ حصہ ملا ہوتا تو وہ دیکھتے کہ وفاء الوفا میں سمہودی بزار وغیرہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

"یا عمار! لا یقتلک اصحابی تقتلک الفئۃ الباغیہ اے عمار! تجھے میرے صحابہ میں سے کوئی قتل نہیں کرے گا۔ بلکہ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔"

یہاں صحابہ کے مقابلہ میں جماعت باغیہ کو لایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت باغیہ کوئی اور جماعت تھی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت عمار کو مصری سبائیوں نے افشائے راز کے خوف سے مصر سے نکلتے ہی قتل کر دیا تھا۔ یعنی پہلے تو آپ سبائیوں کے ہمنوا بن گئے مگر جب سبائیوں کے بعض مواقف سے اختلاف کر کے مصر سے روانہ ہوئے۔ تو انہوں نے قتل کر دیا۔ صفین میں ان کی موجودگی ایک افسانہ ہے وہ اس وقت اسی سال کے پیر سالخوردہ تھے اور ان کے تمام جسم پر رعشہ تھا اس حالت میں انہیں جنگ میں شامل کر کے امیر معاویہ رضؓ کے لشکر کے ہاتھوں انہیں قتل کرانا۔ سبائیت کی اختراع کے سوا کچھ نہیں۔ (فیض عالم)

سعید بن العاص رضؓ نے ہر طرف شورش اور لوگوں کی زبانوں پر علانیہ شکایات کو دیکھ کر قعقاع بن عمرو کو اپنا قائم مقام بنایا اور کوفہ سے مدینہ کا عزم کیا کہ خلیفہ وقت کو جا کر خود زبانی تمام حالات سنائیں اور اندیشہ و خطرہ کی پوری کیفیت سمجھائیں۔ سعید رضؓ بن العاص کے روانہ ہونے کے بعد کوفہ کے لوگوں نے مالک بن الاشتر وغیرہ کو جو حمص میں مقیم تھا لکھا کہ آج کل کوفہ بالکل خالی ہے جس طرح ممکن ہو اپنے آپ کو کوفہ میں پہنچاؤ۔ کوفہ میں بارعب عمال خلافت کے موجود نہ رہنے کے سبب عوام کی زبانیں بالکل بے لگام ہو گئیں اور علانیہ لوگ عثمان غنی رضؓ کو برا بھلا کہتے تھے

عبداللہ بن سبا نے مصر میں بیٹھے بیٹھے اپنے تمام انتظامات خفیہ طور پر مکمل کر لئے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ اور ورقا بن رافع انصاری جیسے صحابیوں کو بھی اس نے اپنے دامِ تزویر میں لے لیا۔ لیکن اس کی اصلی تحریک اور مقصودِ حقیقی کا حال سوائے اس کے چند خاص الخاص مسلمان نما یہودیوں کے کسی کو معلوم نہ تھا۔ بظاہر اس نے حبِ علیؓ اور حبِ اہل بیت کو خلافتِ عثمانی کے درہم برہم کرنے کے لئے ایک ذریعہ بنایا تھا۔ مذکورہ بالا فوجی مقاموں سے بہت سے سادہ لوح عرب اس کے فریب میں آ چکے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا کی تحریک واشارے کے مطابق ہر ایک مقام پر سیدنا عثمان رضؓ کے خلاف بغاوت کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ہر مقام اور ہر گروہ کے آدمی اس بات پر تو متفق تھے کہ حضرت عثمان رضؓ کو معزول یا قتل کر دیا جائے لیکن ان کے بعد کس کو خلیفہ بنایا جائے اس میں اختلاف تھا۔ کوئی حضرت علی رضؓ کا نام لیتا تھا۔ کوئی زبیر رضؓ بن العوام کو بہتر سمجھتا تھا اور کوئی حضرت طلحہ رضؓ کو خلافت کے لئے سب سے زیادہ موزوں سمجھتا تھا۔ چونکہ عبداللہ بن سبا کو اسلام سے کوئی ہمدردی تو تھی ہی نہیں۔ اس کا مقصد عالم اسلام کی مخالفت تھی۔ لہٰذا اس نے حضرت علی رضؓ کی حمایت و محبت کے بہانے کو اس موقع پر زیادہ استعمال کرنا ترک کر دیا اور لوگوں کو آئندہ خلیفہ کے انتخاب میں مختلف الخیال دیکھ کر ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

فتنہ پرداز قافلوں کی روانگی

سب سے پہلے ایک ہزار آدمیوں کا ایک قافلہ یہ مشہور کرکے کہ ہم حج ادا کرنے جاتے ہیں۔ مصر سے روانہ ہوا۔ اس قافلہ میں عبدالرحمٰن بن عدیس، کنانہ بن لبشیر، سودان بن حمران وغیرہ بھی شامل تھے۔ اس قافلے کا سردار غافقی بن حرب عکی تھا۔ تجویز کی گئی تھی کہ مصر سے یہ ایک ہزار آدمی سب کے سب ایک ہی مرتبہ ایک ساتھ روانہ نہ ہوں بلکہ مختلف اوقات میں یکے بعد دیگرے چار چھوٹے چھوٹے قافلوں کی شکل میں روانہ ہوں۔ اور آگے کئی منزل کے بعد سب مل کر ایک قافلہ بن جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک ہزار کا قافلہ مقام کوفہ سے مالک اشتر کی سرداری میں اسی اہتمام کے ساتھ یعنی چار حصوں میں منقسم ہو کر روانہ ہوا۔ اس قافلہ میں زید بن صفوان عبدی۔ زیاد بن المنظر حارثی۔ عبداللہ بن الاصم عامری بھی شامل تھے۔

اسی طرح ایک ہزار کا قافلہ حرقوص بن زہیر سعدی کی سرداری میں بصرہ سے روانہ ہوا جس میں حکم بن جبلہ عبدی بشر بن شریح قیسی وغیرہ شامل تھے یہ تمام قافلے ماہ شوال ۳۵ھ میں اپنے اپنے شہروں سے روانہ ہوئے اور سب نے یہ مشہور کیا کہ ہم حج ادا کرنے جاتے ہیں۔ ان سب نے آپس میں پہلے ہی سے یہ تجویز پختہ کر لی تھی کہ اس مرتبہ امیرالمومنین عثمانؓ بن عفان کو ضرور معزول یا قتل کریں گے اپنے اپنے مقاموں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر روانہ ہوئے پھر سب یکجا ہوئے۔ اس کے بعد چند منزلیں طے کرکے تینوں صوبوں کے قافلے مل کر ایک ہو گئے اور سب کے سب مل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے جب مدینہ منورہ تین منزل کے فاصلے پہ رہ گیا۔ تو وہ لوگ جو طلحہؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے آگے بڑھ کر ذوخشب میں ٹھہر گئے۔ جو لوگ زبیرؓ بن العوام کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے مقام اعوص میں آکر مقیم ہو گئے۔ جو لوگ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ وہ ذوالمروہ میں مقیم ہو گئے۔ یہ وہ تین مقامات ہیں

3 مقامات کے مقیم ملعونین

جہاں جمع ہونے والوں کے متعلق حضور اکرمؐ فرما چکے تھے کہ وہ سب ملعون ہیں۔

طلحہؓ کے حامیوں میں زیادہ تعداد بصرہ کے لوگوں کی، زبیرؓ بن العوام کے طرفداروں میں زیادہ تعداد کوفہ کے لوگوں کی تھی جو لوگ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ ان میں زیادہ تر مصر کے لوگ شامل تھے۔ اصل میں سیدنا طلحہؓ اور زبیرؓ سے انہیں کوئی عقیدت نہ تھی یہ سب انتشار پیدا کرنے کے حربے تھے۔

زیاد بن المنظر اور عبداللہ بن الاصم نے ان تمام بلوائیوں سے کہا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرے رہو۔ جلدی نہ کرو۔ ہم پہلے مدینہ میں داخل ہو کر اہل مدینہ کی حالت معلوم کر آئیں۔ کیونکہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ مدینہ والوں نے بھی جنگی تیاری کی ہے اگر یہ خبر صحیح ہے تو پھر ہم سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ تمام بلوائی یہ سن کر خاموش ہو گئے اور یہ دونوں مدینہ میں داخل ہوئے مدینہ میں پہنچ کر یہ دونوں حضرت علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ اور امہات المومنینؓ سے ملے اور ان سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ ان سبھوں نے ان کو ملامت کی اور واپس جانے کا حکم دیا۔

اس جگہ یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ عبداللہ بن سبا کے آدمی جو مدینہ منورہ میں موجود تھے انھوں نے حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ اور امہات المومنینؓ کے نام سے بہت سے خطوط لکھ لکھ کر کوفہ، بصرہ و مصر کے ان لوگوں کے نام روانہ کئے تھے جو ان بزرگوں کے نام سے عقیدت رکھتے تھے اور عبداللہ بن سبا کے دام تزویر میں پورے اور یقینی طور سے نہیں پھنسے تھے۔ ان خطوط میں لکھا گیا تھا کہ حضرت عثمانؓ اب اس قابل نہیں رہے ان کو تخت خلافت پر متمکن رہنے دیا جائے۔ مناسب یہ ہے اور امت مسلمہ کی فلاح اسی میں مضمر ہے کہ آنے والے ماہ ذی الحج میں اس ضروری کام کو سرانجام دے دیا جائے۔ یہی وجہ تھی تینوں قافلے مدینہ منورہ میں ہرقسم کا فساد مچانے اور کشت و خون کے ارادے سے آئے تھے۔ تین ہزار آدمیوں کا کیا حوصلہ تھا۔ بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد اٹھارہ سو تھی اور یہی صحیح ہے۔ ان کی یہ جرأت نہ تھی کہ وہ اس مدینۃ النبی پر تصرف

کرتے اور زبردستی اپنے ارادے پورے کرانے کے عزم سے آتے جس مدینہ پر جنگ احزاب کے کثیر التعداد کفار دخل نہ پا سکے تھے۔ ان بلوائیوں کو بھی دلیری اور دلیری تھی کہ مدینہ کے اکابر سب ہماری حمایت پر آمادہ ہیں اور ہم جو کچھ کریں گے گویا انہی کے منشا کو پورا کریں گے مدینہ میں جب ہر ایک بزرگ نے ان کی آمد کو نامناسب قرار دیا۔ اور انہوں نے مدینہ میں کسی قسم کی مستعدی اور جنگی تیاری بھی نہ دیکھی تو انہوں نے ان بزرگوں کی مخالفت برائے کو مصلحت اندیشی پر محمول کیا۔ اور واپس جاکر تمام بلوائیوں کے نمائندوں اور سرداروں کو جمع کیا۔ اور مدینہ والوں کی طرف سے اطمینان دلا کر یہ تجویز پیش کی۔ مصر والوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ہمارے یہاں کا عامل عبداللہ بن سعد چونکہ ظالم ہے ہم اس کو معزول کرائے بغیر تو مدینہ سے ہرگز نہ جائیں گے۔ بلوائیوں کے ان سرداروں کے اصرار اور جرأت کو دیکھ اور مناسب وقت سمجھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بعض دوسرے اصحاب کرام نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ دیا کہ ان بلوائیوں کو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی یہاں سے ٹال دو اور ان کی ضد پوری کر دو۔ یعنی عبداللہ بن سعد کو مصر کی امارت سے معزول کر دو۔ حضرت عثمان غنیؓ نے دریافت کیا کہ پھر کس کو مصر کا عامل تجویز کیا جائے۔

حضرت علیؓ نے اپنے پروردہ کی سفارش کی ؟

حضرت علیؓ نے اپنے پروردہ محمد بن ابی بکر کا نام لیا وہ پہلے ہی سے حضرت علیؓ کے حامی اور عبداللہ بن سبا کے فریب میں آئے ہوئے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کی امارت کا فرمان لکھ کر دے دیا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بلوائیوں کے سرداروں کو رخصت کیا اور کہا کہ جاؤ اب تمہاری ضد پوری ہو گئی۔ تیسرے یا چوتھے روز کیا دیکھتے ہیں کہ باغیوں کی ساری کی ساری جماعت تکبیر کے نعرے بلند کرتی ہوئی مدینہ میں داخل ہوئی اور حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور سیدنا عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔

اسلام پر سبائیت کے اثرات

یہ ایک نہایت دلچسپ مگر تلخ تر موضوع ہے اس موضوع پر ارباب علم و فن نے سینکڑوں کتب تالیف کیں اور ملک و ملت کے سامنے پیش کیں۔ ایک ایسا وقت بھی تھا کہ اس موضوع پر کچھ کہنا حاملینِ جبہ و دستار کے نزدیک قابل گردن زدنی جرم تھا مگر آج جس حد تک اس موضوع کی وضاحت کی ضرورت ہے اور طالبانِ حق حقائق کو سننے اور سمجھنے کے مشتاق ہیں سینکڑوں کتب طبع ہونے کے باوجود بھی ضرورتِ وقت کے لحاظ سے اس کا عشرِ عشیر بھی سامنے نہیں آیا۔

زیر نظر کتاب کی تنگ دامانی کے پیش نظر چند ابتدائی قسم کے اشارات پر ہی اکتفا کر رہا ہوں ورنہ اس کے لئے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے۔ راقم الحروف کے قلمی پروگرام میں اس موضوع پر خامہ فرسائی اگرچہ شامل ہے مگر دیکھئے وہ وقت کب آتا ہے۔

قارئین گذشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں کہ عبداللہ بن سبا کے نظریات اور معتقدات نے کس طرح آ ماس ملت میں اپنے پنجے گاڑ کر ایک پورے گروہ کے نظریات کو نہایت کامیابی سے تبدیل کیا۔ اگر بات یہاں تک محدود رہتی تو خیال اپنا اپنا پسند اپنی اپنی کے مصداق خاموشی ہی اولیٰ تر تھی مگر ستم یہ ہوا کہ پوری ملت الاماشاء اللہ اس رو میں بہتی چلی گئی اور سب سے بڑا ظلم یہ کہ سبائی نظریات کو "تصوف" کا جامہ پہنا کر اس کا رشتہ قرآنی لفظ "احسان" سے جوڑ کر ملت کے ساتھ وہ وہ زیادتیاں کی گئیں کہ الامان والحفیظ

(۱) مسلمانوں میں اس وقت "تصوف" کے تخلیقی عناصر میں طریقت کو اولیت کا مقام دیا گیا اور کہا گیا کہ طریقت کے چار طریقے ہیں، نقشبندی، سہروردی، قادری اور چشتی سوائے اول الذکر کے مؤخر الذکر تینوں طرق کا سلسلہ سیدنا علیؓ سے ملایا گیا۔ نگلا ہو کے ایک پیر طریقت اور شیخ الحدیث کا ارشاد ہے کہ چاروں طریقے سیدنا علیؓ پر منتج ہوتے ہیں۔[1]

[1] میری مراد مولانا حامد میاں سے ہے جن سے "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" کے موضوع پر میری خط و کتابت کئی ماہ جاری رہی۔ جو میرے پاس موجود ہے۔ اور کسی وقت انشاء اللہ طبع ہو کر قارئین کے سامنے پیش کی جائے گی ⁂

مگر غضب یہ ہے کہ سیدنا علیؓ سے طریقت کا علم خواجہ حسن بصری کے ذریعے آگے چلا۔
اب اس کا کیا علاج کہ ملا علی قاری اپنی تالیف موضوعات میں فرماتے ہیں کہ فان ائمۃ الحدیث لم یثبتوا للحسن البصری من علی سماعاً (صفحہ ۲ د ۳) آئمہ حدیث حسن بصری کا سیدنا علیؓ سے سماع ثابت نہیں کر سکے کہا جاتا ہے کہ حسن بصری کی ولادت $\frac{۳۵}{۳۶}$ ھ میں ہوئی اور سیدنا علیؓ کی شہادت ۴۰ ہجری میں ہوئی۔ اسلام میں تشتت و افتراق کی پہلی کڑی ابن سبا نے تیار کی مگر وہ جلد ہی مسلمانوں کی نظروں میں آ گیا۔ اس کا کیا حشر ہوا یہ کسی کو معلوم نہیں مگر وہ ایسا عدم پتہ ہوا کہ پھر اس کی کسی کو خبر نہ ملی۔ دوسری کڑی حسن بصری نے تیار کی اور سب سے بڑھ کر ستم یہ ہوا کہ وہ آخر وقت تک مسلمانوں کا عظیم رہنما بنا رہا۔ وہ عقائد میں معجون مرکب تھا۔ الملل والنحل جلد ا صفحہ ۵۷ میں ہے کہ واصل بن عطاء نے مسلک اعتزال حسن بصری سے حاصل کیا۔ ابن المرتضےٰ حسن بصری کو بھی از معتزلہ شمار کرتے تھے المنیہ والامل صفحہ ۱۲، ۱۴ میں ہے کہ اس نے جو رسالہ امیر المومنین عبدالملک بن سیدنا مروانؓ کو لکھا اس میں نفی اور قدر کے متعلق معتزلہ کے عقائد ہی بیان کئے تھے۔ العقد الفرید جلد ا صفحہ ۲۰۸ میں ہے کہ واصل بن عطاء نے جب عمر بن عبید کو ملامت کی تو اس نے جواباً لکھا کہ میں حسن بصری کا پیرو ہوں۔

رسائل خوارزمی صفحہ ۳۸ میں ہے کہ معتزلہ حسن بصری کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح حجازی شافعیؒ کو اور زیدیہ زید بن علی کو مانتے ہیں (بحوالہ تاریخ معتزلہ اردو صفحہ ۵۷) معتزلہ اور حسن بصری کے درمیان زبردست رابطہ تھا (ایضاً صفحہ ۱۳۲ سطر ا تا ۴)

اب آگے چلئے اور دیکھئے کہ معتزلہ کون ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے زمانہ میں اعتزال اور تشیع کو بھائی بھائی پایا۔ (شذرات الذہب جلد ۲ صفحہ ۵۰ و ۴۸ ۷ ھ)

میزان الاعتدال میں ہے کہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوا ہے کہ کوئی معتزلی ہو اور شیعہ نہ ہو جلد ۲ $\frac{۲۳۵}{۸۴۸}$ ص) الخطط جلد ۴ صفحہ ۱۶۹ میں ہے کہ بجز مسئلہ امامت کے زیدی اور شیعہ ہم آہنگ ہیں۔ عراق کے تمام شیعہ معتزلی ہیں۔ ہندوستان، ایران، شام کے تمام شیعہ معتزلی ہیں۔ یمن کے شیعہ زیدی معتزلی ہیں (تاریخ الجہمیہ والمعتزلہ ص ۴۲)

یہ تو ثابت ہو چکا کہ تصوف، اعتزال اور شیعیت ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اب آگے چلئے اور اس سلسلہ کی تیسری کڑی ملاحظہ کیجئے۔ ابن خلدون اپنے مقدمہ تاریخ میں لکھتا ہے صوفیائے متقدمین کے روابط غلاۃ اسماعیلی شیعوں سے استوار ہو گئے جو حلول اور الوہیت ائمہ کے قائل تھے۔ ان سطور پر نگہ بازگشت ڈالئے اور دیکھئے کہ ابن سبا کے نظریات کہاں تک پہنچے۔ ڈاکٹر زکی مبارک لکھتا ہے والواقع ان الملۃ بین التشیع والتصوف فعلی ھو معبود الشیعہ وامام الصوفیہ (کتاب التصوف اسلامی صفحہ ۲۳) شیعیت اور تصوف کے درمیان یہ امر قدر مشترک ہے کہ وہ علی کو معبود اور امام الصوفیہ مانتے ہیں۔

یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ۷۳۵ ھ میں محمود بن علی کاشانی نے سُنی بن کر مصباح الھدایہ و مفتاح الکفایہ نامی ایک کتاب لکھی جس میں اس نے نہایت چابکدستی سے اصحاب ثلاثہؓ کے مقابلہ میں سیدنا علیؓ کے فضائل بڑھا چڑھا کر پیش کیے۔ ہندوستان میں کوئی محمد عثمان انصاری جالندھری ہوئے ہیں نام کے ساتھ نقشبندی کا لاحقہ بھی تھا انہوں نے محبت باری میں جی بھر کر زہر اگلا۔ ایک کتاب ہے محبت الٰہی اس میں مولف لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرمؐ سے ناراض ہوا۔ آنحضرتؐ تین شب روز مدینہ سے باہر ایک غار میں الحاح وزاری میں مصروف رہے مگر اللہ تعالیٰ خوش نہ ہوا۔ اصحاب ثلاثہؓ بھی پیچھے چلے گئے مگر کچھ نہ بن سکا۔ آخر سیدہ فاطمہؓ ننگے سر ہو کر گڑگڑائیں تو آواز آئی: من دعائے فاطمہ کردم قبول

مولوی رومی بھی اس روایت کے ہمنوا ہیں۔ میں قارئین سے معافی چاہتے ہوئے عرض کرونگا کہ روضتہ القیومیہ ایک کتاب ہے اس میں شیخ احمد فاروق سرہندی کے متعلق لکھا ہے۔ وہ قیوم وقت تھے اور قیوم وقت میں وہ تمام طاقتیں موجود ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ میں ہیں۔ ان کے مکتوبات میں بھی یہ کتاب موجود ہے کہ میں روحانی مدارج طے کرتے کرتے صدیق اکبرؓ سے بھی بڑھ گیا۔[1] ذکر پنج فرقی یعنی پنجتن کے ذکر سے مستفید ہونا چاہیں تو نظام الدین چشتی اورنگ آبادی کی تالیف نظام القلوب دیکھئے۔ کوئی سلامت علی شاہ قادری گزرے ہیں ان کی تالیف حقائق و معارف دیکھئے آغاز کلام میں ارشاد ہوتا ہے۔ ہدیہ سلام علی دریائے ولائیت علی وصی نبی۔ آگے چل کر لکھتا ہے

اے اللہ میرے گناہ بیمے پنجتن بخش دیمے پنجتنؓ نعمت اللہ کرمانی لکھتا ہے ؎

مصطفےٰ را مرتضیٰ داں مرتضیٰ را مصطفےٰ　　خاک در چشم دو بینان دغا باید زدن

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے میری تالیف "اختلاف امت کا المیہ"۔

ان دونوں کو الگ الگ دیکھنے والوں کی آنکھ میں مٹی ڈالنی چاہیئے۔

دُور نہ جائیے شیخ الکل مولانا نذیر حُسین کے فتاویٰ نذیریہ میں کیسی قبیح الدین کی بکواس امیر معاویہؓ کی شانِ اقدس کے خلاف مشکوٰۃ جلد ہم ۳ کے فوائد غزنویہ کو دیکھ لیجیئے۔ آج کا مُلا اور پیر حضور اکرمؐ پر اس ڈھٹائی سے جھوٹ باندھتا ہے کہ شیطان بھی لاحول پڑھتا ہوا بھاگ نکلتا ہوگا۔

شیعوں کا ایک فرقہ بکتاشی ہے ان کے حالات ڈاکٹر برج نے قلمبند کئے ہیں صفحہ ۳۸ پر لکھتا ہے کہ غزوۂ تبوک میں حضورؐ کو شکست ہوئی تو اللہ کا حکم ہوا کہ نادِ علیا مظہر العجائب الخ پڑھو بکتاشی شیعوں کو چھوڑیئے۔ سید مظفر علی شاہ چشتی نے اپنی تالیف جواہر غیبی مطبوعہ نولکشور ۱۸۸۷ء کے صفحہ ۱۴۶ پر یہی روایت بڑی سج دھج سے دہرائی ہے۔ جن لوگوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ تبوک میں سرے سے جنگ ہی نہیں ہوئی تھی وہ اگر نادِ علیا الخ کا ورد اپنے کی تلقین کریں تو ان پر کیا گلہ۔ مگر آج ہر ہر مولوی اس مشرکانہ کلام کو وظیفے کے طور پر پڑھتا نظر آتا ہے۔ الا ماشاء اللہ

میں یہاں تک لکھنے پایا تھا کہ کراچی سے چند نو گرفتارانِ سبائیت کی طرف سے "ادارہ اتحادِ اُمت" نامی ایک دو ورقہ ملا۔ کوئی خورشید وارثی فرماتے ہیں کہ کیا بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث، وہابی، جماعت اسلامی، شیعہ، اسماعیلی، داوری بوہرہ جماعتوں کا اتحاد ہو سکتا ہے۔ جواب میں کوئی مفتی محمد رفیق حسن بریلوی۔ مولوی محمد عبدالرشید نعمانی جن کے نام کے ساتھ دو سطروں میں تعریفی لاحقے ہیں۔ مفتی ولی حسن ٹونکی فرماتے ہیں :

ان سب جماعتوں کا اتحاد ناگزیر ہے مطلق اُمتِ محمدیہ میں مسلم اور کافر سب شامل ہیں مسلمان اُمتِ اجابت ہیں اور کافر اُمتِ دعوت میں شامل ہیں۔ میں نہایت دردمندانہ طور پر ان حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اگر کوئی شخص آپ کے باپ دادا کو فاسق فاجر الفحشاء والمنکر، ولد الزنا، علتِ ابنہ کا مریض مرتد کہے اور آپ کی ماں کو فاحشہ فاسقہ فاجرہ مرتدہ کے خطابات سے نوازے تو آپ کا ردِ عمل کیا ہوگا؟

ع۔ حمیّت نام تھا جس کا گئی اس سُنّی کے گھر سے

جو کچھ عبداللہ بن سبا سے نہ ہو سکا وہ اس کی اُمت اور رُوحانی ذریّت نے کر دکھایا ع۔

آہ محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق

قدرِ مشترک

قارئین حیران ہوں گے کہ عبداللہ بن سبا کے نظریات اور معتقدات سے مسلمانوں کو کیا واسطہ؟ بات معقول بھی ہے اور وزن دار بھی۔ مگر ہمیں ایک گروہ کی مذہبی کتب میں اس قسم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں نظائر و شواہد نظر آتے ہیں کہ ان کے مزعومہ آئمہ میں یہ تمام اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ کتاب کی تنگ دامانی اور وقت کی کمی کی وجہ سے چند حوالجات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

کوئی صاحب گزرے ہیں جن کا نام نامی تھا محمد باقر مجلسی۔ ان کے نام کے شروع میں رئیس المحدثین حضرت علامہ کے لاحقے ہیں اور نام کے بعد علیہ الرحمۃ و الرضوان کے لاحقے ہیں وہ اپنی تالیف جلاء العیون میں فرماتے ہیں :

۱۔ فوق درجہ نبوت و رسالت درجہ ولایت ہے۔

(ترجمہ اُردو جلاء العیون جلد ۲ صفحہ ۸ سطر ۱۶)

۲۔ عام انسانوں سے افضل ہیں۔ اہل اسلام یعنی مسلمانوں اور مسلمانوں سے افضل اہلِ ایمان اور اہل ایمان سے افضل نبی اور نبیوں سے افضل رسول اور رسولوں سے افضل ہر امام (ایضاً سطر ۲۱ تا ۲۴)

۳۔ امام فرماتے ہیں یا ابو البصیر منا رب العرش والکرسی ومنا رب السموات والارض و منا رب الشمس والقمر والکواکب والحجب والسرادق ونحن ارباب ذلک الاسباب وان اللہ ہو رب الارباب۔

یعنی ہم ہیں رب عرش و کرسی کے اور ہم ہیں رب آسمان و زمین کے اور ہم ہیں انبیاء و ملائکہ کے اور ہم ہیں رب لوح و قلم کے اور ہم ہیں رب حور و جنان کے اور حور العین کے اور ہم ہی رب شمس و قمر کواکب اور حجابہائے قدس و جلال و سرادق عظمت و کمال کے اور ہم ہی ہیں سب چیزوں کے رب اور خداوند کریم رب الارباب ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۲۲ سطر ۱۹ تا ۲۴)

۳ - واشرقت الارض بنور ربہا (زمر) اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائیگی۔
یہاں نورِ رب سے مراد نورِ امام حجت ہے نہ نورِ خدا (ایضاً صفحہ ۲۳ سطر ۴ - ۵)

۴ - فلما تجلّٰی ربہ للجبل (اعراف) یہاں ربّ سے مراد امام حجت خدا ہے جو مالک و مربّی عالم ہے نہ خدا کا ذاتی نور۔ ابو بصیر وہ نورِ امامت ائمہ اہل بیت رسالت تھا جس کی تھوڑی سی شعاع کو حضرت موسیٰؑ برداشت نہ کر سکے۔
(ایضاً صفحہ ۲۳ سطر ۸ تا ۱۱)

۵ - اے ابو بصیر زمین اور اہل زمین کا رب (مالک و مربّی) امام ہے جب وہ ظہور فرمائے گا تو اس وقت لوگوں کو سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ امام ہی مالک حوض و کوثر اور ساقیِ شرابِ طہور ہے پس اسی کو خدا نے رب فرمایا ہے وسقاھم ربھم شراباً طھورا (دہر) اور ان کا رب (امام) ان کو پاک شراب پلائے گا (ایضاً سطر ۱۳ تا ۱۵)

۶ - اور جناب علی علیہ السلام کے نورانی قطرات سے انبیاء اور ملائکہ پیدا ہوئے (ایضاً صفحہ ۲۴ سطر ۱۹ - ۲۰)

پس انبیاء و ملائکہ ان کے نور سے ہیں اور ان کا نور خدا کے نور سے ہے پس وہ جمیع الملائکہ والانبیاء سے افضل ہیں۔ اور ان کی تدبیر و تربیت ان کے سپرد ہوئی اس لئے وہ ربّ الانبیاء والملائکہ ہیں (ایضاً صفحہ ۲۴ سطر ۱۹ تا ۲۲)

۷ - حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اگرچہ بصورت فرزند آدم ہوں مگر اس کے وجود میں ایک شاہد بیّن موجود ہے کہ پدر آدم ہوں۔ وقال الامیر المومنین انی خمرت طینت آدم بیدی اربعین صباحاً میں نے حضرت آدمؑ کی طینت (قالب) کو چالیس روز تک اپنے ہاتھ سے گوندھ کر تیار کیا۔
(ایضاً سطر ۲۲ تا ۲۴)

۸ - نوحؑ کی کشتی کو ہمارے طفیل نجات ملی۔ ابراہیمؑ پر ہماری وجہ سے آگ سرد ہوئی۔ (صفحہ ۲۶)

ملا باقر مجلسی کی ان روایات میں جو اسرار و رموز پیچیدہ ہیں ان کی تشریح کے لئے کسی آیت اللہ سے رجوع کیجئے۔ میں اس مقام پر صرف جناب ابو بصیر صاحب کا تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اس امر کی وضاحت ہو جائے کہ ان روایات کی قدر و قیمت کیا ہے ؟

۱ - ابو بصیر کو ایک دفعہ حضرت جعفرؒ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی تو بولا۔ اگر ہمارے پاس حلوے کا تھال ہوتا تو اجازت مل جاتی۔ اسی اثنا میں کتے نے ابو بصیر کے منہ میں پیشاب کر دیا۔

۲ - ابو بصیر ایک غیر محرم عورت کو قرآن پڑھاتا تھا۔ ایک دفعہ ہاتھ کے اشارے سے شرمناک مذاق کیا تو امام نے روک دیا۔ (رجال کشی صفحہ ۱۱۶) ابو بصیر اندھا تھا اور کوفہ کا تھا۔

۳ - حق الیقین اردو کے صفحہ ۲۲۷ پر ہے کہ زرارہ، ابو بصیر باجماع امامیہ گمراہ ہیں۔

۴ - فروع کافی جلد دوم صفحہ ۱۸۱ میں ہے یہ صاحب شراب میں پانی ملا کر نوش فرمایا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے آل احمد نے ہمیں اجازت دی ہے۔
(تنقیح رجال کشی)

۵ - امام جعفر صادق کے بعد امام موسیٰ کاظم کے ایک فتوے کو غلط بتایا اور کہا ابھی ان کا علم پختہ نہیں ہوا۔ شمس تبریزی کی طرف ایک طویل قصیدہ منسوب ہے اس کے چند اشعار سنیئے ؎

در صورت پیوند جہاں بود علیؑ بود — تا نقش زمیں بود زماں بود علی بود
ہم اوّل و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن — ہم عابد و ہم معبد و معبود علی بود
ہم آدم و ہم شیثؑ ہم ادریس و ہم ایوب — ہم یونس ہم یوسف ہم ہود علی بود
ہارون ولایت کہ پس از موسیٰ و عمران — واللہ علی بود علی بود علی بود
ایں کفر نباشد سخن کفر نہ اینست — تا ہست علی باشد و تا بود علی بود

موسیٰ و عصا و ید بیضا و نبوّت   درمعرکہ بفرعون کہ بنمود علی بود
جبریل کہ آمد زپیسِ خالق بے چوں
در پیش محمد شد و مقصود علی بود

(منقول از تذکرہ بیبیاں پاکدامناں صفحہ ۱۲۳)

ان اشعار کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سیدنا علیؓ کی شان میں منسوب چند اشعار کا ترجمہ شافعی

۱۔ اگر علیؓ ابن ابی طالب کے فضائل تمام دنیا والوں کو ظاہر ہو جائیں تو تمام کی تمام مخلوق علی کو سجدہ کرنے لگ جائیں۔

۲۔ میرے مولا علیؓ کی فضیلتوں میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ ان میں خدائی شک ہوتا ہے۔

۳۔ شافعی مرتے مرگیا اور یہ نہ جان سکا کہ علیؓ اس کا رب ہے یا خداوندِ ذوالجلال اس کا رب ہے۔

(منقول از تذکرہ بیبیاں پاکدامناں صفحہ ۱۱۹)

امام شافعی فقہی مسالک میں سے ایک مسلک کے بانی ہیں۔ ۱۵۰ھ میں غزہ میں پیدا ہوئے۔ ۲۰۴ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ آپ کے مقلدین میں بڑے بڑے جیّد علماء، بڑے بڑے سلاطین، اونچی سطح کے محدّث، فقیہہ، مفسّر اور مصنف گزرے ہیں۔ مگر کسی نے کسی مقام پر ان اشعار کی طرف اشارہ تک نہیں کیا[1] معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی ابو بصیر کی جدّتِ طبع کا شہکار ہے۔

یہاں اس قسم کے حوالجات کے استنباط کی ضرورت نہ تھی کسی دوسرے مقام پر بھی چند اشارات کئے گئے ہیں۔ بتانا صرف یہ مقصود تھا کہ اس تخیل یا نظریہ کا بانی اس تالیف کا ہیرو ہے اور یہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

---

[1] تفصیل کے لئے میری تالیف اختلافِ اُمت کا المیہ دوسرا ایڈیشن کا صفحہ ۲۶-۲۷ ملاحظہ ہو

ماخذ و مصادر

فردی یادداشت: درج ذیل کتب اس وقت متلاشیانِ علم کے لئے قابلِ حصول ہیں اور شیعہ مذہب کی امہات الکتب میں سے اوّل درجہ کی مستند اور متداول ہیں ان کتب میں سب کی سب مرقوم احادیث آئمہ سے مروی ہیں اور شیعہ مذہب میں ان کے آئمہ کا مقام حضور نبی اکرمؐ سے بھی ان کی بعض روایات کے مطابق بلند تر ہے۔ اہلِ سنت کے نزدیک جس طرح حضورِ اکرمؐ کے ارشادات کا انکار کفر ہے اسی طرح شیعوں کے نزدیک آئمہ کے ارشادات کا انکار کفر ہے جیسا کہ زیرِ نظر کتاب کے متن میں بیان کیا جا چکا ہے لہٰذا عبداللہ بن سبا کی ہستی کا انکار؟ میں نے پوری ذمہ داری اور چھان بین سے درج ذیل کتب سے عبداللہ بن سبا کے حالات قلمبند کئے ہیں اور اپنی طرف سے سوائے چند ایک مقامات کے جہاں تشریح کی اشد ضرورت تھی حتی الوسع لکھنے سے گریز کیا ہے۔

۱۔ رسالۃ الارجاء: تالیف: حسن بن محمد بن الحنفیہ متوفی ۹۵ھ۔ تہذیب الکمال ج ۲ صفحہ ۳۲۰۔ طبع ۱۳۹۲/۱۹۷۲ قاہرہ

۲۔ کتاب المقالات والفرق۔ تالیف: سعد بن عبداللہ العشری القمی متوفی ۳۰۱ھ مطبوعہ طہران ۱۹۶۳ء

۳۔ فرق الشیعہ۔ تالیف: ابی محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی "تیسری صدی ہجری کا بہت بڑا مولف" مطبوعہ نجف و استنبول

۴۔ رجال الکشی۔ تالیف: ابی عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی "ابن خولویہ متوفی ۳۶۹ھ کا ہم عصر تھا"

۵۔ رجال الطوسی۔ تالیف: شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ طبع اوّل نجف ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء

۶۔ شرح ابن ابی الحدید لنہج البلاغۃ: تالیف عزالدین ابی حامد عبدالحمید بن ہبۃ اللہ المدائنی الشہیر بابن ابی الحدید معتزلی الشیعی متوفی ۶۵۶ھ مشہور شیعہ گر بدعات محرم کے بانی معزالدولہ وزیر اعظم بغداد کا وظیفہ خوار تھا

۷۔ الرجال۔ تالیف: حسن بن یوسف الحلی متوفی ۷۲۶ طبع تہران ۱۳۱۱ھ

۸۔ روضات الجنات: تالیف: محمد باقر الخوانساری متوفی ۱۳۲۵ھ طبع ایران ۱۳۰۷ھ

۹۔ تنقیح المقال۔ عبداللہ المامقانی متوفی ۱۳۵۰ھ

۱۰۔ قاموس الرجال۔ تالیف: محمد تقی التستری منشورات مرکز نشر الکتاب طہران ۱۳۸۲ھ

۱۱۔ روضۃ الصفا: فارسی میں شیعوں کی معتمد ترین کتاب ہے۔

۱۲۔ دائرۃ المعارف المسماۃ بمقتبس الاثر و مجدد ... دثر محمد حسین الاعلمی الحائری مطبوعہ قم ۱۳۱۱ھ

۱۳- اصول کافی : محمد بن یعقوب کلینی - یہ تالیف امام منتظر کی مصدقہ ہے اور اس کے سرصفحہ پر امام کا تصدیقی سرٹیفکیٹ ان الفاظ میں مرقوم ہے الکافی کاف لشیعتنا کافی ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے ...

۱۴- شرح نہج البلاغۃ ۱۵- مقاتل الطالبین : ابوالفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ مشہور شیعہ گروز بر معز الدولہ کا دربار بغداد ...

۱۶- عمدۃ الطالب ۱۷- جلاء العیون ۱۸ تاریخ دمشق ابن عساکر

۱۹- خاندان نوبختی تالیف پروفیسر عباس اقبال - ۲۰- المقالات والفرق سعد بن عبداللہ قمی

۲۱- آل ابی طالب تالیف محمد بن علی مازندرانی - ۲۲- احقاق الحق - قاضی نور اللہ شوستری شیعوں کا شہید ثالث

۲۳- الروضہ ۲۴- حیات القلوب ملا باقر مجلسی ۲۵- انوار نعمانیہ نعمت اللہ الجزائری محدث

۲۶- تفسیر قمی علی بن ابراہیم قمی شاگرد امام حسن عسکری، ۲۷ بصائر الدرجات -

۲۸- تاریخ امامیہ واسلافہم من الشیعہ +

۲۹- دلائل النبوۃ عبدالجبار ہمدانی ۳۰- بحار الانوار ۳۱- معانی الاخبار

۳۲- عیون الاخبار ۳۳- تاریخ طبری ۳۴- تذکرہ امامیہ

۳۵- رسائل خوارزمی ۳۶- لسان الصادقین ۳۷- تجلیات روح ایرانی در ادوار تاریخی

۳۸- الملل والنحل عبدالکریم شہرستانی

۳۹- مصباح الہدایہ ومفتاح الکفایۃ ۴۰- مقدمہ نفحات الانس مہدی توحیدی پور

ڈاکٹر سعدی الہاشمی اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ درج ذیل شیعہ کتب میں بھی ابن سبا کا ذکر موجود ہے

۴۱- حل الاشکال - احمد بن طاؤس متوفی ۶۷۳ھ ۴۲- ابن شہر آشوب ۵۸۸

۴۳- الرجال - ابن داود المولف ۷۰۵ھ حسن بن یوسف کی الرجال دوسری کتاب ہے -

۴۴- التحریر الطاوسی - حسن بن زین الدین العاملی متوفی ۱۰۱۱ھ

۴۵- مجمع الرجال - قہبائی المولف ۱۰۱۶ھ

۴۶- نقد الرجال تفرشی ۱۰۱۵ھ میں تالیف ہوئی -

۴۷- جامع الرواۃ اردبیلی ۴۸- موسوعۃ البحار مجلس متوفی ۱۱۱۰ھ

مستشرقین کی تالیفات

۴۹- الخلافت اس کا عروج انحطاط اور زوال - ولیم میور

۵۰- عربوں کی تاریخ پروفیسر نکلسن

۵۱- الابانہ عن اصول الدیانہ کے انگریزی ترجمہ کا مقدمہ } ڈاکٹر والٹر سی کلین

۵۲- شیعان ہند جے این ہالسٹر - ۵۳- عربوں کی تاریخ پی کے ہٹی

۵۴- شیعیت ریلیجین آف اسلام - ڈاکٹر ڈیوائٹ ایم ڈونالڈسن

۵۵- بیکتاشی فرقے کے حالات ڈاکٹر جے کے برج

کتب اہل سنّت

۵۶- غنیۃ الطالبین ۵۷- ازالۃ الخفا ۵۸- مقدمہ تاریخ ابن خلدون

۵۹- الدین الخالص ۶۰- صحیح بخاری ۶۱- فتح الباری

۶۲- کتاب الخراج قاضی ابویوسف ۶۳- دلیل العارفین

۶۴- کشف المحجوب علی ہجویری ۶۵- موضوعات ملا علی قاری

۶۶- المنیۃ والامل ۶۷- العقد الفرید ۶۸- شذرات الذہب

۶۹- الفصل والملل والاہواء والنحل ابن حزم

۷۰- تاریخ اسلام اکبر شاہ خان ۷۱- میزان الاعتدال

۷۲- روضۃ القیومیہ ۷۳- کتاب التصوف

۷۴- نظام القلوب ۷۵- جواہر غیبی ۷۶- حقائق معارف تقدیر

۷۷- تاریخ الجہمیہ والمعتزلہ

۷۸- المنتقی انتخشیہ محب الدین خطیب تنقیح علامہ ذہبی اردو ترجمہ

۷۹- محاضرۃ الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ ڈاکٹر سعدی الہاشمی مطبوعہ مدینہ ۱۳۹۸ھ